بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

معیار انتخاب

====○○○ مؤلفہ و مرتبہ ○○○====

حسین خاں

ایوارڈ یافتہ صدر جمہوریہ ہند

○○○ ناشر ○○○

مکتبہ نور، مسلم پورہ، کاوَلی 524201.

ضلع نیلور۔ اے۔ پی

نام کتاب : معیار انتخاب
نام مؤلف : حسین خاں
بار : اول
تعداد : ایک ہزار
کتابت : شارپ کمپیوٹرس،
محبوب بازار، کامپلکس، چادر گھاٹ،
حیدر آباد، فون: 4574117

طباعت :
قیمت : ۱۶ر روپیہ

ملنے کے پتے

۱۔ ظفر بکڈپو۔ کچھیری مٹھ،64 - 49 - 10 ، کاولی:524201
۲۔ دفتر مجلس علمیہ، چادر گھاٹ، محبوب بازار، حیدر آباد۔۵۰۰۰۲۴
۳۔ ہندوستان پیپر ایمپوریم، حیدر آباد۔۵۰۰۰۰۲
۴۔ کتب خانہ انجمن ترقی اردو، جامع مسجد، دھلی۔۶
۵۔ ربانی بکڈپو، کٹرہ شیخ چاند، لال کنواں، دھلی۔۶
۶۔ سب ڈپو۔ مرکزی مکتبہ جماعت اسلامی، چھتہ بازار، حیدر آباد۔۲
۷۔ رحیمیہ بکڈپو، انجمن بلڈنگ، لالہ پیٹ، گنٹور
۸۔ گوہر بکڈپو ۳۲۲، قائد ملت روڈ، مدراس۔۶۰۰۰۰۵
۹۔ ہمالیہ بک ڈسٹریبیوٹر، یم۔ جے روڈ، حیدر آباد۔۵۰۰۰۰۱
۱۰۔ یم۔ این۔ جنرل اسٹور، احمدی بازار، نظام آباد۔۵۰۳۰۰۱
۱۱۔ ہلال پن اسٹور، گلزار حوض، حیدر آباد۔۵۰۰۰۰۲
۱۲۔ ندوہ بک ایجنسی، ارم کاٹج، محبوب بازار، حیدر آباد۔۵۰۰۰۲۴

آئینہ ترتیب: معیار انتخاب

بسم اللہ الرحمن الرحیم ط

عرض مؤلف

الحمد للہ کفی و سلام علی عبادہ الذین اصطفے

اما بعد:

معیار انتخاب، اخلاق، اصلاحی، و دینی مضامین کا بے نظیر، دلچسپ، مفید و مؤثر اور دلنشین مضامین کا ایک نادر تحفہ ہے، جو ہر انسان کی دینی و دنیوی زندگی کے لیے مشعل راہ ہے۔

اس کتاب میں نہایت ہی شستہ اخلاقی حکایات، عبرت انگیز واقعات اور دلپذیر قصے مختصر انداز میں جمع کر دیے گئے ہیں۔ جو بلا شبہ ہر مسلمان مرد اور عورت کے لئے مفید و ہدایت بخش ثابت ہونگے۔ اور موجودہ سیکولر تعلیمی ماحول میں اس قسم کی کتابیں خاص کر نو عمر طلباء کے لئے بہت ہی مفید ثابت ہو سکتی ہیں۔

اچھی کتاب وہ کہلاتی ہے جس کے مضامین اچھے اور اصلاحی ہوں۔ اور عوام و خواص اس سے پورا پورا نفع حاصل کر سکیں، بفضلہ تعالیٰ اس قسم کی کتابیں اس سے پیشتر بھی شائع ہو چکی ہیں اور مقبول خاص و عام ہو چکی ہیں، ناظرین نے ان کو بہ نظر تحسین نوازا بھی ہے۔

اخلاقی تنزل اور لادینی کے اس پر آشوب دور میں مخرب اخلاق اور فحش مضامین کے دلفریبیوں نے عوام کی توجہ کو اپنی جانب مبذول کر لیا ہے۔ اور ہر کس و ناکس اس بے پناہ سیلاب میں بے اختیار خس و خاشاک کی طرح بہا جارہا ہے، ایسے پر آشوب دور میں عوام الناس کی ترتیب و اصلاح کے لئے یہ کتاب ایک نعمت غیر مترقبہ ہے۔ اور اس کی ترتیب کی غرض و غایت انسان کی دینی و دنیوی امور میں رہنمائی کے علاوہ سکون قلب حاصل ہو جائے اور ہر قاری کی روحانی، علمی، عقلی و اخلاقی اصلاح ہو جائے۔

باری تعالیٰ سے دعا ہے کہ اس سعی کو قبول فرما کر عوام و خواص کے لئے نافع بنائے اور اس کتاب کے ذریعہ مخلوق خدا کی صحیح رہنمائی فرماتے ہوئے مستفید فرمائے اور بندہ ناچیز کے حق میں آخرت کی نجات کا ذریعہ بنائے۔ آمین ثم آمین

طالب دعا

حسین خاں عفی عنہ

کاولی: مسلم پورہ

مورخہ ۸ / اگست ۱۹۹۵ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم ط

محترم مولانا محمد رضوان القاسمی دامت برکاتہم ناظم جامعہ اسلامیہ سبیل السلام و خطیب مسجد عامرہ عابد روڈ ۔ رکن آل انڈیا مسلم پرسنل لاء بورڈ و معاون جنرل سکریٹری آل انڈیا ملی کونسل آندھرا پردیش و رکن عاملہ مجلس علمیہ آندھرا پردیش
و مدیر قرطاس و قلم حیدرآباد ۔ (اے ۔ پی)

پیش لفظ

میرے دوست جناب حسین خاں صاحب، نیلور کے ایک قصبہ کے رہنے والے ہیں، اور تدریس جیسے باعزت پیشہ سے تعلق رکھتے ہیں، اپنی پیشہ ورانہ خدمات میں مہارت و خلوص کے اعتراف کے طور پر "صدر جمہوریہ" "ایوارڈ" بھی حاصل کر چکے ہیں، اردو قواعد اور کچھ دوسرے دینی موضوعات پر ان کی کئی تحریریں شائع ہو کر مقبول خاص و عام ہو چکی ہیں ۔ بحمد اللہ ان کا قلمی سفر جاری ہے اور کئی غیر مطبوعہ تحریریں تشنہ اشاعت ہیں جو مفید و نافع ہیں اور اصلاحی موضوعات پر ہیں ۔

"معیار انتخاب" اسی سلسلہ کی کڑی ہے، جس میں انبیاءؑ، صحابہؓ، علماء، صالحین اور بعض سلاطین کے عبرت انگیز اور موعظت آمیز واقعات جمع کر دیے گئے ہیں، انسان فطری طور پر واقعات سے زیادہ متاثر ہوتا ہے ۔ اس کو وہ قابل عمل تصور کرتا ہے اور عملی زندگی میں اس سے فائدہ اٹھاتا ہے ۔ اسی لیے قرآن مجید میں انبیا کرامؑ اور ان کی اقوام کے قصص و واقعات متعدد مقامات پر تفصیل سے بیان کیے گئے ہیں ۔

اسی لیے علماء نے پہلے بھی اس موضوع پر کئی تحریریں مرتب کی ہیں ۔ اس سلسلے میں "نزہتہ المجالس" تو خطباء، واعظین کے درمیان خاصی شہرت کی حامل رہی ہے، اور ماضی قریب میں حضرت مولانا محمد یوسف صاحب کاندھلویؒ کی "حیاۃ الصحابہؓ" بھی اسی موضوع پر نہایت اہم اور قیمتی، بلکہ اپنی نوعیت کا منفرد کام ہے ۔۔۔ واقعات کا یہ مجموعہ بھی منتخب اور دلچسپ اور موعظت خیز و عبرت آمیز بھی ہے ۔ تمام ہی واقعات اصلاحی رنگ کے ہیں ۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس مجموعے کو مفید تر بنائے اور زیادہ سے زیادہ لوگوں کو اس سے نفع پہونچائے اور خود مؤلف کے لئے بھی ذخیرہ آخرت ہو، آمین ۔

محمد رضوان القاسمی

ناظم دار العلوم سبیل السلام، حیدرآباد

۵/ ربیع الثانی ۱۴۱۶ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ط

۱۔ جنگ نجد

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نجد کی طرف لشکر کشی کی، اسلامی فوج نے صفیں بنائیں اور کفار سے جنگ کی۔ (کفار کو شکست ہوئی) جنگ کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم واپس مدینہ منورہ روانہ ہوئے۔ دوران سفر جب آپؐ مقام ذات الرقاع پہنچے تو قیلولہ کرنے کے لئے آپؐ ایک ایسی وادی میں اترے جس میں درخت بڑی کثرت سے تھے۔ صحابہؓ ادھر ادھر ہوگئے اور مختلف درختوں کے سایئے میں آرام کرنے لگے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ایک درخت کے نیچے آرام فرمایا۔ آپؐ نے اپنی تلوار درخت پر لٹکا دیا اور پھر آپؐ سو گئے۔ صحابہ اکرامؓ بھی سو گئے

کچھ دیر بعد ایک دیہاتی آیا، اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تلوار درخت سے اتاری اور آپؐ کو قتل کرنے کے ارادے سے تلوار آپؐ پر کھینچ لی۔ اتنے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھ کھل گئی۔ آپؐ نے دیکھا کہ وہ شخص ہاتھ میں ننگی تلوار لئے کھڑا ہے اور یہ کہہ رہا ہے "کیا تم مجھ سے ڈرتے ہو؟"۔ آپؐ نے فرمایا "نہیں"، اس نے کہا "بتاؤ اب تمھیں مجھ سے کون بچائے گا؟" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "اللہ، اللہ، اللہ" (وہ شخص آپؐ کو قتل نہ کر سکا) اس نے تلوار کو نیام میں رکھا اور آپؐ کے پاس بیٹھ گیا۔

کچھ دیر بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہؓ کو بلایا اور ان کو یہ واقعہ سنایا۔ صحابہ اکرامؓ نے اس کو دھمکایا۔ آپؐ نے (اس کو معاف کر دیا اور) اس سے کوئی بدلہ نہیں لیا۔(۱)

(صحیح تاریخ الاسلام والمسلین (مطبوعہ کراچی) ص: ۴۱-۴۴۰)

---

(۱) صحیح بخاری کتاب الجہاد و کتاب المغازی باب غزوۃ ذات الرقاع " صحیح مسلم باب صلوۃ الخوف نحوہ، (خط کشیدہ صرف صحیح مسلم میں ہیں)

۲۔ ایک دن کا فاقہ

حضرت عبداللہ ابن جعفر اپنے کسی قطعۂ زمین کے معائنے کے لئے گئے۔ راستے میں اپنے کسی قوم کے باغ میں قیام کیا۔ اس میں ایک حبشی غلام کام کر رہا تھا۔ اتنے میں ایک غلام کا کھانا آیا اور اس کے ساتھ ہی ایک کتا بھی باغ میں چلا آیا اور اس غلام کے پاس کھڑا ہو گیا۔ اس غلام نے کام کرتے کرتے ایک روٹی اس کتے کے سامنے ڈال دی۔ کتے نے اس کو کھالیا اور پھر کھڑا رہا۔ غلام نے دوسری اور پھر تیسری روٹی بھی ڈال دی۔ کل تین ہی روٹیاں تھیں وہ تینوں کتے کو کھلادیں۔

حضرت عبداللہ ابن جعفر نے اس غلام سے پوچھا کہ تمھاری کتنی روٹیاں روزانہ آتی ہیں؟ اس نے عرض کیا آپ نے تو ملاحظہ فرمالیا تین ہی آیا کرتی ہیں۔ حضرت نے فرمایا پھر تینوں کا ایثار کیوں کر دیا؟ غلام نے کہا! حضرت یہاں کتے رہتے نہیں ہیں یہ غریب بھوکا کہیں دور سے مسافت طے کر کے آیا ہے، اس لیے مجھے اچھا نہ لگا کہ اس کو ویسے ہی واپس کر دوں۔ حضرت نے فرمایا کہ پھر تم آج کیا کھاؤ گے؟ غلام نے کہا ایک دن کا فاقہ کر لوں گا، یہ تو کوئی ایسی بڑی بات نہیں ہے۔

حضرت عبداللہ ابن جعفر نے اپنے دل میں سوچا کہ لوگ مجھے ملامت کرتے ہیں کہ تو بہت سخاوت کرتا ہے۔ یہ غلام تو مجھ سے بھی زیادہ سخی ہے۔ یہ سوچ کر شہر میں واپس تشریف لے گئے اس باغ کو، غلام کو اور جو کچھ سامان باغ میں تھا سب کو اس کے مالک سے خریدا اور غلام کو آزاد کیا اور وہ باغ اس غلام کی نذر کیا۔

(احیاء العلوم اردو۔ جلد ۳، قسط ۵، ص: ۶۴۳۔۶۴۲)

===============

۳۔ ام الخبائث

کتب سیرت میں ایک واقعہ بیان ہوتا ہے کہ ایک گوشہ نشین عابد و زاہد کو ایک امیر کبیر اور مقتدر عورت اپنے محل میں بلوایا اور اس کو حکم دیا کہ تین کاموں میں سے ایک کام کرے، ورنہ اپنی عزت و آبرو سے اس کو ہاتھ دھونا پڑے گا۔ ایک یہ کہ میرے فلاں غلام کو قتل کر دو۔ دوسرے یہ کہ میرے ساتھ بدکاری کرو۔ تیسرے یہ کہ ایک پیالہ شراب کا پی لو۔ اگر تم ان میں سے کوئی کام نہ کیا تو میں تم کو لوگوں میں رسوا کر دوں گی۔

اس عابد نے دیکھا کہ بچنے کی کوئی صورت نظر نہیں آتی تو اس نے شراب پینے کو چھوٹا گناہ جان کر قبول کر لیا، اور ایک پیالہ شراب پی لی۔ شراب کا سرور آیا تو اس نے دوسرا پیالہ طلب کیا۔ دوسرا پیالہ پی لیا تو اب اس کی طلب بے اختیار بڑھ گئی اور وہ نشے میں چور ہو گیا۔ اس بد مستی کے بعد اس نے عورت سے بدکاری بھی کی اور اس غلام کو بھی قتل کر دیا جس کا قتل عورت چاہتی تھی۔ یوں نشے میں اس زاہد سے وہ کچھ کروا دیا جس پر وہ کبھی بھی حالت ہوش میں راضی نہیں ہو سکتا تھا۔

بعض کتب سیرت میں آتا ہے کہ اس واقعے کے بیان کرنے کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، نشہ خوری ایسی بلا ہے جو تمام خرابیوں کی جڑ ہے۔ یہ ایمان کے ساتھ جمع نہیں ہو سکتی اس لیے اس سے بچتے رہو۔

ایک اور حدیث میں آتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: شراب خوری اور بتوں کی پوجا یکساں ہے کیوں کہ شراب عقل کو مار دیتی ہے۔ اور جب عقل نہ ہو تو آدمی ہر جگہ اپنا سر جھکا سکتا ہے۔

(تفسیر ابن کثیر۔ پارہ اول۔ سورہ بقرہ، ص: ۱۵۳، بطریق مختلفہ)

===============

۴۔ امانت داری

ایک قافلہ ایک سرائے میں ٹھہرا۔ ایک مسافر اپنی روپیوں کی تھیلی لے کر ایک عابد کے ہاں پہنچا جو مصلے پر بیٹھا ہوا تھا۔ مسافر نے عابد سے اس امانت کو رکھنے کی درخواست کی۔ عابد نے اس تھیلی کو مصلّے کے نیچے رکھنے کو کہا۔ مسافر مصلّے کے نیچے رکھ کر چلا گیا۔ رات کو سرائے میں لٹیرے آئے اور تمام مسافروں کا سامان لوٹ کر چلے گئے۔ صبح کو جب یہ مسافر اپنی امانت لینے کے لیے گیا تو کیا دیکھتا ہے کہ وہ لٹیروں کا سردار مصلے پر بیٹھا ہے، اس کو دیکھ کر ٹھٹھک گیا۔ عابد نے دیکھا اور مسافر کو اپنی امانت لینے کے لیے کہا۔ وہ مسافر جا کر مصلّے کے نیچے سے امانت لے لی اور روپیوں کو گن لیا۔ پوری رقم ملی۔ اس نے کہا: "چوری ہمارا پیشہ ہے اور امانت داری ہمارا فریضہ ہے۔"

چند دن کے بعد وہ لٹیروں کا سردار ایک مدرسے کے قریب کھڑا تھا تو اس کے کانوں میں تلاوت کی یہ آواز آئی: **الم یان للذین آمنو ان تخشع قلو بھم لذکر اللہ** ہ (کیا مسلمانوں کے لیے ابھی وہ وقت نہیں آیا جن کے دل اللہ کے کلام کو سن کر لرز جائیں) اس کو سن کر وہ شخص توبہ کر لیا اور ایک بزرگ بن گیا۔

۵۔ بلند مرتبہ

حبیب رضی اللہ عنہ بکریاں چرایا کرتے تھے۔ اور فرات کے کنارے بودوباش رکھتے تھے۔ آپ کا طریقہ گوشہ نشینی تھا۔ مشائخ رحمتہ اللہ سے ایک صاحب روایت کرتے ہیں کہ: میرا ایک دفعہ آپ پر گزر ہوا۔ میں نے دیکھا کہ آپ نماز پڑھ رہے ہیں اور ایک بھیڑیا آپ کی بکریوں کی حفاظت کر رہا ہے۔ میں نے دل میں کہا کہ اس بزرگ کی زیارت کرنی چاہیے۔ مجھے ان میں بزرگی کی علامتیں نظر آرہی ہیں۔

آپ نماز سے فارغ ہوئے میں نے سلام علیک عرض کی۔ آپ نے فرمایا

جزاکَ اللہ ۔ میں نے کہا اے شیخ میں بھیڑے کو بکریوں سے موافقت دیکھتا ہوں ۔ آپ نے فرمایا ان بکریوں کا چرواہا جب خداوند کریم کے موافق ہے تو بھیڑیا بکریوں کے موافق کیوں نہ ہو ۔ آپ اتنی بات کہہ کر ایک لکڑی کا پیالہ پتھر کے نیچے رکھا ۔ اس پتھر سے دو چشمے نکلے ایک دودھ کا اور ایک شہد کا ۔

میں نے کہا اے شیخ یہ درجہ آپ نے کس طرح پایا ۔ آپ نے فرمایا: محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی فرمانبرداری سے ۔ پھر فرمایا: اے بیٹے! موسیٰ علیہ السلام کی قوم کے لیے باوجود ان کے مخالف ہونے کے پتھر سے پانی کا چشمہ نکلتا رہا اور موسیٰ علیہ السلام محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے درجے پر نہ تھے ۔ جب میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا موافق ہوں تو مجھے پتھر دودھ اور شہد کیوں نہ دے ۔ حالاں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا درجہ بہت بلند ہے ۔

(کشف المحجوب ۔ ص: ۱۱۳)

۶ ۔ رات کی برکت

امام شافعیؒ کے بھانجے اپنی والدہ یعنی امام شافعیؒ کی بہن سے نقل کرتے ہیں ۔ وہ کہتی ہیں کہ ہم رات میں امام شافعیؒ کے سامنے کم و بیش تیس مرتبہ چراغ لایا کرتے تھے ۔ صورت یہ ہوتی تھی کہ وہ لیٹ کر کچھ سوچا کرتے تھے اور بار بار کہا کرتے تھے کہ چراغ لاؤ تو ہم ان کے سامنے چراغ لے کر جاتے اور وہ کچھ لکھ کر کہتے کہ اسے لے جاؤ ۔ تو لوگوں نے امام احمد حنبلؒ سے دریافت کیا کہ امام شافعیؒ ایسا کیوں کرتے تھے ۔ امام احمد نے بتایا کہ: الظلمۃ اجلی القلب " اندھیرا دل میں جلا پیدا کرتا ہے ۔

یہ حضرت امام شافعیؒ کی علمی زندگی اور مسائل شرعیہ میں ان کے اشغال کا حال ہے، کہ رات میں لیٹ کر کتاب و سنت مسائل شرعیہ میں غور کیا کرتے تھے ۔ اور جب بات سمجھ میں آجاتی تھی تو چراغ منگا کر اسے لکھ لیا کرتے تھے ۔ اس طرح ان کی رات کا اکثر حصہ شریعت کے امور و معاملات میں غور و فکر میں گزر جاتا تھا ۔

در حقیقت اہل علم و ارباب فکر و نظر کے لیے رات کا سکون بہت ہی مفید ثابت ہوتا ہے ۔ وہ رات میں جو کام کر لیتے ہیں دن میں نہیں کر سکتے ۔ اسی لئے ہمیشہ سے رات میں علمی اشغال کی افادیت مسلم رہی ہے ۔ حتیٰ کہ علماء نے لکھا ہے کہ علم کے حق میں رات کا ایک گھنٹہ دن بھر سے زیادہ بابرکت ثابت ہوتا ہے ۔

(سالار ویکلی ۔ بنگلور)

۷۔ تین دوست

ایک شخص کے تین دوست تھے ۔ جب وہ شخص مرنے لگا تو اس نے ایک دوست کو بلا کر پوچھا: "اس مشکل کے وقت تم میری کیا مدد کر سکتے ہو؟"

میں عمر بھی آپ کی مدد کرتا رہا لیکن میرے دوست! اس وقت میں بالکل بے بس ہوں، میں آپ کی کوئی مدد نہیں کر سکتا ۔" دوست نے جواب دیا ۔

وہ شخص بہت ہراساں ہوا ۔ اس نے اپنے دوسرے دوست کو بلایا اور کہا:

"میں موت کی مشکل میں پھنسا ہوا ہوں ۔ کیا تم میری کوئی مدد نہیں کر سکتے؟"

"نہیں اے عزیز دوست! ہم آپ کی اس کے سوا کوئی مدد نہیں کر سکتے کہ جب آپ کا انتقال ہو جائے تو ہم آپ کو نہلا دھلا کر کفن پہنا دیں گے، خوشبو لگائیں گے، جنازہ اٹھائیں گے اور ایک اچھی سی جگہ دفن کر دیں گے ۔ اس کے علاوہ ہم کچھ نہیں کر سکتے ۔ ہم مجبور ہیں ۔" دوسرے دوست نے دکھی ہو کر کہا ۔

وہ شخص بہت مایوس ہوا ۔ اب اس نے تیسرے دوست کو بلایا اور کہا: "اے دوست! میں موت کی تکلیف میں مبتلا ہوں ۔ میری مدد کر سکتے ہو تو کرو ۔"

"آپ فکر نہ کریں، مایوس نہ ہوں، میں آپ کے ساتھ رہوں گا ۔ آپ کا ساتھ دوں گا ۔ قبر میں، برزخ میں اور قیامت میں ۔ ہر وقت میں ہمیشہ آپ کے ساتھ رہوں گا اور آپ کے کام آؤں گا ۔"

مایوسی گھٹی اور وہ شخص اطمینان سے مر گیا ۔ جانتے ہو وہ دوست کون تھے؟ وہ دوست تھے ۔۔۔ مال، اولاد، اور اعمال

۸۔ معیار انتخاب

حضرت عبداللہؒ کے والد مبارکؒ ایک دولت مند کے باغ کی دیکھ بھال کیا کرتے تھے، مالک ان کی دیانت اور لیاقت کی وجہ سے ان سے بہت خوش تھا۔ ایک دن مالک نے ان کی کارگزاری سے خوش ہو کر ان کو اپنے پاس بلایا اور کہا، مبارک! میں چاہتا ہو کہ کل سے تم باغ کی دیکھ بھال تو کسی دوسری آدمی کے سپرد کر دو اور میری صحبت میں رہا کرو۔ مبارکؒ خاموش رہے تو مالک نے کہا مبارکؒ، میں نے سوچ سمجھ کر یہ اعزاز دیا ہے، ہمارے پاس باغ کی نگرانی کے لیے کئی آدمی ہیں، تم جس کو مناسب سمجھو یہ ذمہ داری سونپ دو اور کل سے میری مجلس میں بیٹھا کرو۔

مبارکؒ نے شکریہ ادا کیا اور سلام کر کے چلے گئے اور دوسرے دن باغ کی نگرانی ایک دوسرے آدمی کے سپرد کر کے مالک کی مجلس میں بیٹھنے لگے۔ اب تو مبارکؒ کے جوہر اور کھلنے لگے اور باغ کے مالک ان سے اس قدر متاثر ہوئے کہ گھریلو کام میں بھی ان سے ضرور مشورہ لیتے اور مبارکؒ کے مشورے کے بغیر کوئی کام نہ کرتے۔

ایک دن باغ کے مالک کچھ فکر مند تھے، مبارکؒ سمجھ گئے کہ ضرور آج ان کو کوئی پریشانی لاحق ہے۔ پوچھا، حضور کیا بات ہے، آج آپ کچھ فکر مند نظر آرہے ہیں؟

جی ہاں! آج ایک مسئلے میں میرا ذہن الجھا ہوا ہے اور تم سے اس معاملے میں مشورہ کرنا ضروری ہے اور مالک نے راز داری کے ساتھ مبارکؒ کے سامنے مشورے کے لیے اپنا مسئلہ رکھا۔

مبارک! بھائی بات یہ ہے کہ لڑکی جوان ہو گئی ہے اور اس کے پیغام آنے لگے ہیں، میں بھی چاہتا ہوں کہ جلد سے جلد اس کی شادی کر دوں، پیغام کئی ہیں، سمجھ میں نہیں آرہا ہے کہ کس پیغام کو قبول کروں اور کس کا انکار کر دوں۔

مبارکؒ نے غور سے اپنے مالک کی باتیں سنیں، پھر فرمایا، اس کا فیصلہ کرنا

کوئی ایسی دشوار بات نہیں ہے۔جاہلیت کے دور میں عرب کے لوگ حسب ونسب کو دیکھتے تھے۔یہود مال ودولت پر جان چھڑکتے ہیں۔مگر اسلام کا معیار یہ ہے کہ دین و اخلاق کو ترجیح دی جائے۔اب آپ آسانی سے فیصلہ کر سکتے ہیں کہ آپ کے نزدیک قابل ترجیح کیا چیز ہے۔

مبارکؒ کی یہ باتیں سن کر مالک بہت خوش ہوئے، دل ہی دل میں ان کی دانائی اور عقل مندی کی تعریف کی، فوراً گھر گئے اپنی بیوی کو پورا واقعہ سنایا۔بیوی نے بھی مبارکؒ کے عاقلانہ مشورے کی تعریف کی۔مالک نے بھی بیوی کو بھی متوجہ پایا تو بولے، میرا جی چاہتا ہے کہ اپنی پیاری بیٹی کا نکاح مبارکؒ سے کر دوں۔ایسا دیانت دار، عقل مند اور خدا ترس نوجوان ملنا مشکل ہے۔اسلامی معیار پر انتخاب ہوا اور غلام سے اپنی لڑکی کی انھوں نے شادی کر دی۔اس پاک جوڑے کو اللہ تعالیٰ نے حضرت عبداللہ ابن مبارکؒ جیسا متقی اور علامہ، وقت فرزند عطا کیا۔جو امیر المومنین فی الحدیث کہلاتے ہیں۔

۹۔حدی خواں

ابراہیم خواصؒ کہتے ہیں کہ ایک دفعہ میں عرب کے قبیلوں سے ایک قبیلے پر پہنچا اور امیر کی مہمان سرا میں اترا۔میں نے ایک حبشی کو زنجیروں میں جکڑا ہوا دیکھا۔دھوپ میں اس پر خیمہ ڈالا ہوا تھا۔اس کو دیکھ کر مجھے رحم آیا اور میں نے اس کی سفارش کا قصد کیا۔جب کھانا سامنے لائے تو امیر مہمانوں کی عزت افزائی کی خاطر خود بھی مہمان سرا میں آیا۔جب اس نے میرے ساتھ مل کر کھانے کا قصد ظاہر کیا، میں نے کھانا کھانے سے انکار کر دیا، عربوں کو ایسی سخت کوئی بات معلوم نہیں ہوتی جیسا کہ مہمان کا کھانا کھانے سے انکار معلوم ہوتا ہے۔

مجھے اس نے کہا اے جواں مرد کونسی چیز تجھ کو میرا کھانا کھانے سے روکتی ہے۔میں نے کہا، میں تیرے کرم سے امید رکھتا ہوں۔اس نے کہا کہ میرے ملک کی

تمام اشیاء تیرے لئے ہیں، تو کھانا کھا۔ میں نے کہا مجھے آپ کے ملک کی حاجت نہیں، اس غلام کو فقط میرے حوالے کر دو۔ اس نے کہا، تو پہلے اس کا جرم دریافت کر پھر اس کو قید سے آزاد کرانے کی فکر میں ہو، کیوں کہ تجھ کو میرے تمام املاک پر حکم ہے جب تک تو میری ضیافت میں ہے۔ میں نے کہا کہ اچھا بتلا اس کا کونسا جرم ہے۔ اس نے کہا! یہ غلام خوش آواز حدی خواں ہے۔ میں نے اس کو اپنی کھیتی میں چند اونٹ دے کر بھیجا تا کہ ان پر غلہ لاد کر لے آئے۔ ہر ایک اونٹ پر اس نے دو دو اونٹوں کا بوجھ لادا اور راستے میں حدی خوانی شروع کی۔ اونٹ بھاگتے تھے حتیٰ کہ تھوڑی دیر میں واپس آگیا اور جتنا غلہ میں نے کہا تھا اس سے دو گنا لایا۔ جب اونٹوں سے بوجھ اتارا گیا تو سب اونٹ ایک ایک کر کے مر گئے۔

ابراہیم نے کہا، مجھے اس کلام کے سننے سے سخت تعجب ہوا۔ میں نے کہا، اے امیر تیری بزرگی اس امر کی متقاضی نہیں کہ تو سچ چھوڑ دے۔ مگر مجھے اس قول پر دلیل چاہیئے۔

ہم انھیں باتوں میں تھے کہ چند اونٹ جنگل سے کنویں پر پانی پینے کے لیے آئے۔ امیر نے غلاموں سے پوچھا کہ اونٹوں نے کتنے روز سے پانی نہیں پیا۔ اس نے کہا تین روز ہوئے۔ اس غلام کو اس نے فرمایا حدی خوانی کر۔ جب اس نے آواز نکالی تو سب اونٹ پانی کو چھوڑ کر اس کی آواز سننے میں مشغول ہوئے اور کسی اونٹ نے پانی کی طرف منہ نہ کیا۔ یہاں تک کہ ایک ایک اونٹ بھاگنا شروع کیا اور اسی طرح سب اونٹ جنگل میں پھیل گئے۔ اس نے اس غلام کو قید سے آزاد کر کے مجھے بخش دیا۔ (کشف المحجوب، ص: ۴۹۶-۹۷)

۱۰۔ قاضی کا تھیلا

میاں بیوی میں تکرار ہو گئی، میاں نے کہا کہ جب بھی گھر میں آؤ نمک، تیل، لکڑی کا رونا رونے لگتی ہو، ۔۔۔۔ بیوی نے کہا اگر بچوں کی پروا آپ نہیں کرتے تو میں

انھیں کس پر چھوڑدوں ، آپ سے تو بچوں کا واسطہ پڑتا نہیں ، بات بڑھی اور میاں کا پارہ چڑھ گیا کہ لولہ دراز ہو گئی ہے ، ہر بات کا جواب دیتی ہے ، اگر آج سے تم نے آٹے دال کو مجھ سے کہایا کہلایا کہ تم کو طلاق ، طلاق ۔

عورت کے لیے طلاق سب سے بڑی مصیبت ، وہ بیچاری سہم کر چپ ہو گئی کیوں کہ طلاق اور وہ بھی قاضی شہر کا طلاق تھا مگر اب کیا کروں اس کی عقل جواب دیگئی ، کہ کسی دوسری پڑوسن سے مشورہ کیا ، اس نے کہا کہ یہ کوفہ ہے ، بہت بڑا شہر ہے ، یہاں بڑے بڑے علماء ہیں ۔ تم ـــــ عالم کے پاس چلی جاؤ وہ اس زہر کا تریاق تلاش کر دیں گے ، ورنہ معاملہ سخت پیچیدہ اور مشکل ہے ۔

بیچاری بیوی ان عالم صاحب کے پاس پہنچی اس نے کہا کہ میں قاضی شہر حضرت ابن ابی لیلیٰ کی بیوی ہوں ، یہ میرا واقعہ ہے میں بہت حیران ہوں آپ کی مدد کے لیے حاضر ہوئی ہوں ۔ مولانا صاحب نے فرمایا کہ تم گھریلو معاملات میں بالکل خاموش رہنا البتہ جب قاضی صاحب سوتے وقت کپڑے اتار کر ٹانگ دیتے ہیں تو ان کے پاجامے ، کرتے کے ساتھ آٹے کا تھیلا بھی ٹانگ دینا اور سو جانا ـــــ بیوی نے ایسا ہی کیا ، رات میں اپنا اپنا تھیلا لے جا کر قاضی صاحب کے ازار بند میں باندھ کر سو گئی ۔ قاضی صاحب صبح کی نماز کے لیے اٹھے اور جب کپڑے اٹھائے تو ازار بند میں آٹے کا تھیلا لٹک رہا تھا ، دیکھ کر ہنس پڑے ، پھر بہت غصہ ہوئے اور کہنے لگے ہو نہ ہو یہ ترکیب امام ابو حنیفہ نے بتائی ہو گی ۔ افسوس! انھوں نے ہم کو ہمارے گھروں میں بیویوں کے سامنے رسوا کر دیا ۔

اس طرح قاضی ابن ابی لیلیٰ پیچ و تاب کھاتے پھر اپنے آپ کو سمجھاتے ہوئے مسجد چلے گئے ، پھر بیوی کو طلاق بھی نہیں پڑی اور گھریلو سامان بھی آنے لگا ۔ دوبارہ یاددہانی کی ضرورت پیش نہیں آئی ۔

زندہ باد امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ

(ریاض الجنۃ ۔ اگست ۱۹۸۸)

==============

۱۱۔ عدل وانصاف

اسپین کا خلیفہ الحکم کے محل میں توسیع کی گئی تو اس میں ایک غریب بیوہ کی جائیداد بھی آگئی۔ اس سے کہا گیا کہ اپنی جائیداد کی معقول قیمت لے لے۔ مگر رضامند نہ ہوئی۔ امیر عمارت نے جبراً یہ زمین لے کر محل میں توسیع کرادی۔ عورت نے قاضی کے پاس استغاثہ پیش کیا۔ قاضی نے کہا ذرا ٹھہر جائیں میں انصاف سے کام لوں گا۔ جس دن خلیفہ الحکم پہلے پہل معائنے کے لیے آیا تو قاضی صاحب ایک گدھا اور خالی تھیلا لے کر پہنچ گئے۔

الحکم سے ملاقات ہوئی تو قاضی صاحب نے کہا: امیر المؤمنین مجھے اس زمین کی مٹی چاہیئے اگر اجازت ہو تو لوں۔ خلیفہ نے ہنس کر اجازت دیدی۔ قاضی صاحب نے اچھی طرح تھیلا مٹی سے بھر لیا اور خلیفہ سے تھیلا گدھے پر رکھنے میں مدد کی درخواست کی۔ خلیفہ قاضی صاحب کی اس حرکت کو مذاق سمجھ رہا تھا۔ اس لیے قاضی صاحب کی اعانت کے لیے آگے بڑھا اور دونوں تھیلا اٹھانے لگے مگر وزن زیادہ تھا اس لیے تھیلا اٹھ نہ سکا اور خلیفہ ہانپ گیا تو قاضی صاحب نے کہا امیر المؤمنین اس بوجھ کو آپ اٹھا نہ سکے تو قیامت کے روز یہ بوڑھیا کی زمین جسے ضبط کر لیا گیا ہے کس طرح اٹھائیں گے؟ کیوں کہ خدا کے سامنے وہ بڑھیا ضرور دعویٰ کرے گی۔

الحکم یہ سن کر رونے لگا اور حکم دیا کہ وہ مع ساز وسامان کے بوڑھیا کو دے دیا جائے۔ (مخزن اخلاق۔ ص: ۴۳۹)

۱۲۔ بدکاری کا رواج

حضرت نوح علیہ السلام اور ادریس علیہ السلام کے درمیان ایک ہزار سال کا زمانہ تھا۔ اس درمیان میں حضرت آدمؑ کی دو نسلیں تھیں۔ ایک تو پہاڑی پر، دوسری نرم زمین پر۔ پہاڑیوں کے مرد خوبصورت تھے اور عورتیں سیاہ فام تھیں۔ اور

زمین والوں کی عورتیں خوبصورت تھیں اور مرد سانولے رنگ کے تھے۔ ابلیس انسانی صورت اختیار کر کے انھیں بہکانے کے لیے نرم زمین والوں کے پاس آیا اور ایک شخص کا غلام بن کر رہنے لگا۔ پھر اس نے بانسری کی وضع کی ایک چیز بنائی اور اسے بجانے لگا۔ اس کی آواز پر لوگ لٹو ہو گئے اور بھیڑ لگنے لگی، اور ایک دن میلے کا مقرر ہو گیا جس میں ہزارہا مرد اور عوتیں جمع ہونے لگے۔

اتفاقاً ایک دن پہاڑی آدمی بھی آگیا اور ان کی عورتوں کو دیکھ کر واپس جا کر اپنے لوگوں میں ان کے حسن کا چرچا کرنے لگا۔ اب وہ بکثرت آنے لگے۔ شدہ شدہ ان عورتوں اور مردوں میں اختلاط بڑھ گیا، بدکاری اور زناکاری کا عام رواج ہو گیا، یہی جاہلیت کا بناؤ ہے۔ (تفسیر ابن کثیر، عن ابن عباسؓ)

۱۳۔ مدینۃ الزہرہ

امیر اندلس عبدالرحمن ناصر نے ہسپانیہ میں ایک خوبصورت شہر کی تعمیر کی، جس کا نام "مدینۃ الزہرہ" رکھا۔ تقریباً پینتیس (۳۵) سال تک سالانہ تین لاکھ دینار کے حساب سے اس کی تعمیر پر اخراجات ہوتے رہے۔

اندلس کے ایک بزرگ منذر بن سعیدؒ (جو اس وقت کے قاضی اور خطیب تھے) نے ایک بار جامع مسجد میں بادشاہ کو سنانے کی غرض سے تقریر کی، جس میں دنیا کی بے ثباتی اور شہر و محلات کی آرائش و بے جا اسراف پر کڑی تنقید کی، بادشاہ بھی موجود تھا، اس پر تقریر کا بہت اثر ہوا۔ لیکن اس کا نفس اس تنقید کو برداشت نہ کر سکا اور اس نے قسم کھالی کہ قاضی منذرؒ کے پیچھے وہ نماز جمعہ نہیں پڑھے گا۔ عبدالرحمن عجیب کشمکش میں مبتلا ہو گیا۔ اس کا ضمیر منذرؒ کی باتوں سے مطمئن تھا، لیکن نفس سرکشی کر رہا تھا وہ ایک عجیب اور عظیم الشان شہر کا خواب دیکھ رہا تھا۔

دوسرے دن عبدالرحمن ناصر نے دربار لگایا اور عام منادی کروادی کہ آج "مدینۃ الزہرہ" کا فیصلہ ہو گا۔ منذر بن سعیدؒ کو بھی بلوا بھیجا۔

قاضی منذر بن سعیدؒ معمولی کپڑے پہنے دربار میں پہنچے اور ایک کونے میں بیٹھ گئے۔ بادشاہ نے ان کو قریب آنے کا اشارہ کیا، لیکن انھوں نے اس گراں پیش کش کو یہ کہہ کر رد کر دیا اور جواب دیا کہ " گردنیں پھاند کر آگے بڑھنا آداب مجلس کے خلاف ہے اور وہ خاموشی سے سر جھکائے بیٹھ گئے۔

عبدالرحمن ناصر تقریر کرنے کھڑا ہوا اور کہا:

" اے معزز شہریان اندلس، مجھے بتاؤ کہ کیا مجھ سے پہلے بھی کسی نے مدینتہ الزہرہ جیسا عدیم المثال کارنامہ انجام دیا ہے؟"

سب نے ایک آواز ہو کر جواب دیا ہرگز نہیں، امیرالمؤمنین آپ اس کارنامے میں منفرد ہیں، عبدالرحمن یہ سن کر بہت خوش ہوا اور فخر و غرور سے تن گیا۔ پھر اس نے منذر بن سعیدؒ کو مخاطب کر کے پوچھا۔۔ کہیئے جناب آپ کو اس شہر، اس محل اور اس دربار کی سی شان و شوکت کہیں نظر آئی؟

منذرؒ نے پہلی بار سر اٹھایا اور چاروں طرف نظر دوڑائی، کچھ دیر دیکھتے رہے پھر اچانک رو پڑے اور آنسوؤں کی بارش شروع ہو گئی، تمام مجلس پر خاموشی طاری ہو گئی۔

منذرؒ نے کہا، اے امیرالمؤمنین میں آپ کا ہمیشہ سے خیر خواہ رہا ہوں۔ مجھے اس بات کا وہم و گمان بھی نہ تھا کہ آپ اتنی جلدی شیطان کے ہتھے چڑھ جائیں گے۔ آپ میں بہت سی خوبیاں ہیں، لیکن افسوس کہ آپ رب کے کفر کے مقام کے قریب پہنچتے جا رہے ہیں۔ سنیئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

" اگر یہ خیال نہ ہوتا کہ سب لوگ ایک ہی جماعت ہو جائیں گے تو جو لوگ خدا کے ساتھ کفر کرتے ہیں ہم ان کے گھروں کو سونے اور چاندی کے بنا دیتے ہیں۔ اور سیڑھیاں بھی جن پر چڑھتے ہیں اور ان کے گھروں کے دروازے بھی اور وہ تخت بھی جن پر تکیہ لگاتے ہیں، اور خوب زینت و آرائش کر دیتے ہیں اور یہ سب دنیا کی تھوڑی سی

زندگی کا سامان ہے اور آخرت تمھارے پروردگار کے پاس پرہیز گاروں کے لئے ہے۔" (سورہ،زخرف۔رکوع:۳)

اے امیرالمؤمنین دنیا بہت ہی بے وفا اور غدّار ہے۔اس لیے آپ اس زندگی سے دھوکا نہ کھائیں، آپ کی گزشتہ تاریخ روشن کارناموں سے پر ہے۔اپنے رب کو ناراض نہ کیجئے اور اپنی گزشتہ تاریخ کو بے قیمت نہ بنائیے۔

عبدالرحمن ناصر منذر بن سعیدؒ کی باتوں سے بہت متاثر ہوا، اس کی آنکھیں اشکبار ہوگئیں، امام منذرؒ گھر واپس آئے لوگوں کو تعجب تھا کہ یہ صحیح سالم بچ کر کیسے آگئے۔تھوڑی ہی دیر بعد ایک سپاہی تیزی سے دوڑتا ہوا آیا، اسے دیکھ کر منذرؒ نے کہا:

"معلوم ہوتا ہے عبدالرحمن پر شیطان کا جادو چل گیا اور شاید تم میری گرفتاری کا حکم لے کر آئے ہو، میں تو کب سے اللہ کی راہ میں شہید ہونے کا منتظر ہوں چلو میں ابھی چلتا ہوں۔

اس آنے والے نے کہا، آپ نے غلط سمجھا میں تو آپ کو خوشخبری دینے آیا ہوں کہ ناصر نے محل کے گنبد تڑوا دیے ہیں اور سونے چاندی کا سامان نکال کر معمولی سامان لگانے کا حکم دیا ہے۔اور یہ بھی حکم جاری کیا ہے محل کے تمام مجسمے گرا دیے جائیں۔

۱۴۔ حلال اور حرام

حضرت مخدوم جہانگیر سمنانیؒ سیر و سیاحت فرماتے ہوئے چین کی سرحد کے قریب ایک قصبے میں کسی امیر کے مہمان ہوئے۔امیر نے بغرض امتحان دو مرغ مسلم تیار کروایا۔ایک حلال کمائی کا اور دوسرا حرام کمائی کا۔تمام کھانوں کے ساتھ دونوں مرغ بھی دسترخوان پر رکھے گئے۔آپ ہر کھانے میں سے تناول فرماتے رہے، مگر مرغ کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی نہ دیکھا۔

امیر نے جب بار بار اصرار کیا، حضور والا! مرغ مسلم بھی ضرور ملاحظہ فرمائیں

تو آپ نے حلال کمائی کا مرغ مسلم اٹھا کر اپنے سامنے رکھ لیا اور اور حرام کمائی والا امیر اور اس کے ہم نوالہ وہم پیالہ لوگوں کی طرف بڑھا دیا۔ اور فرمایا کہ درویش صرف لقمہ، حلال ہی کھاتے ہیں۔

اس واقعہ سے امیر اپنے دل میں بہت نادم ہوا۔ اور یہ حقیقت اس کے دل میں آفتاب بن کر چمک اٹھی۔ کہ اللہ والوں کے حق بین نگاہوں سے کوئی چیز پوشیدہ نہیں رہتی۔ وہ انسانوں کے دل میں چھپے ہوئے خیالات و خطرات کو بھی اس طرح دیکھ لیا کرتے ہیں جس طرح عام لوگ چودھویں رات کے چاند کو دیکھا کرتے ہیں۔
(تذکرہ، مخدوم، ص: ۳۴)

۱۵۔ ایک عجیب فیصلہ

امام غزالیؒ کے بھائی احمد غزالیؒ جو صاحب حال زیادہ تھے اور امام صاحبؒ، صاحب علوم زیادہ ہیں، جماعت کی نماز نہیں پڑھتے تھے بلکہ تنہا پڑھتے تھے۔ امام صاحبؒ نے والدہ سے شکایت کی کہ احمد میرے پیچھے نماز نہیں پڑھتا، جماعت ترک کر دیتا ہے۔ والدہ نے ان کو جماعت کی تاکید کی تو وہ نماز میں آئے۔

اس زمانے میں امام غزالیؒ فقہ کی کوئی کتاب لکھ رہے تھے اور کتاب الحیض تک پہنچے تھے، نماز میں ان کو کتاب الحیض کے کسی مسئلہ پر خیال آگیا اور اس کو سوچتے رہے ان کے بھائی صاحبؒ نے ان کا ساتھ چھوڑ دیا اور تنہا پڑھ کر چلے آئے۔

امام غزالیؒ نے والدہ سے شکایت کی کہ آج تو انھوں نے بہت سخت حرکت کی کہ شرکت کر کے پھر جماعت سے الگ ہو گئے۔ والدہ نے اس کا سبب پوچھا؟ تو کہا کہ: ان سے (امام غزالیؒ) پوچھیئے اگر کسی کا کپڑا خون آلود ہو تو نماز ہو گی یا نہیں؟ کہا نہیں! اور دل کا درجہ کپڑے سے زیادہ ہے۔ جب کپڑوں ...... کا خون سے پاک ہونا شرط ہے تو دل کا پاک ہونا اس سے بھی زیادہ ضروری ہے، اور تم نماز کے اندر حیض کے مسائل سوچ رہے تھے تمھارا (دل) خون آلود تھا اس لیے میں نے علیحدہ نماز پڑھی۔

والدہ نے کہا: احمد تمھارا دل بھی اس دھبے سے محفوظ نہیں رہا۔ تم نے ان کے دل پر توجہ ہی کیوں کی؟ تم کو چاہیئے تھا کہ اپنے شغل میں لگے رہتے! والدہ دونوں سے زیادہ عارف تھیں کیسا عجیب فیصلہ کیا۔ (واعظ التیسیر للتیسیر، ص: ۱۷۰-۱۷۱)

۱۶۔ خدا کے وجود کی دلیل

حضرت امام شافعیؒ سے ایک ملحد نے پوچھا کہ "خدا کے وجود کی کیا دلیل ہے؟" آپ نے جواب دیا کہ یہ سامنے والا شہتوت کا درخت۔ وہ حیران و پریشان ہو کر بولا، "کس طرح؟"

امام صاحب نے فرمایا اس کے پتے دیکھو بظاہر کتنے حقیر معلوم ہوتے ہیں، لیکن ان کی گوناگوں خاصیتوں پر نگاہ ڈالی جائے تو انسان ورطہء حیرت میں ڈوب جاتا ہے۔ ان پتوں کو ہرن کھاتا ہے تو مشک بن جاتا ہے۔ مکھی کھاتی ہے تو شہد بن جاتا ہے۔ کیڑا کھاتا ہے تو ریشم بن جاتا ہے۔ اور انھیں پتوں کو جب بکری کھاتی ہے تو یہ مینگنیوں میں تبدیل ہو جاتے ہیں۔ کیا یہ بات عقل میں آتی ہے کہ ان حقیر پتوں میں متنوع خصوصیات آپ سے آپ آگئی ہیں اور کوئی ان کا پیدا کرنے والا نہیں؟

(ان دیکھی حقیقتیں۔ از مولانا کوثر نیازی)

۱۷۔ ایک ہدایت نامہ

امام غزالیؒ سنجر ابن ملک شاہ سلجوقی کے بڑے بھائی محمد کو اس کی فرمانروائی کے زمانے میں ایک ہدایت نامہ لکھ کر بھیجتے ہیں۔ جس میں آپ تحریر فرماتے ہیں "حقوق اللہ، نماز، روزہ، زکوٰۃ، حج معاف ہو سکتے ہیں آسانی سے۔ اس لیئے کہ اللہ تبارک تعالیٰ غفور الرحیم ہے۔ لیکن حقوق العباد کے معاف ہونے کا امکان نہیں۔

اے بادشاہ دیکھ! حضرت عمرؓ باوجود اپنے کمال احتیاط عدل و انصاف کے آخرت کے مواخذہ سے کس قدر لرزہ براندام ہوتے تھے۔ اور تیرا حال یہ ہے کہ تجھ کو

اپنی رعایا کی کچھ پروا نہیں اور تو کچھ نہیں جانتا کہ تیرے ملک والوں کا کیا حال ہے۔ صرف تیرا یہ کام نہیں کہ تو ظلم وجور سے بچے بلکہ اس بات کی ذمہ داری تجھ پر عائد ہوتی ہے کہ تیرے خدم و حشم اور عہدہ دار، عامل کسی پر ظلم و جبر نہ کریں۔ اے بادشاہ اس بات کا اندازہ کرلیا کر کہ جو معاملہ تم اوروں کے ساتھ کرنا چاہتے ہو تمھارے ساتھ ویسا ہی کیا جائے تو تم کو پسند آئے یا نہیں۔ اگر اپنے حق میں تم کسی امر کو جائز نہیں رکھتے اور وہی برتاؤ اپنے زیردستوں کے ساتھ جائز رکھنا چاہتے ہو تو تم دغا باز، دھوکا باز، اور خائن ہو۔

۱۸۔ ضبط نفس

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ حضرت امام حسنؓ نے مکے کے کچھ رئیسوں کو کھانے پر بلایا۔ امام حسنؓ کی ایک غلام نوکرانی دسترخوان پر کھانا چن رہی تھی۔ جب وہ امام حسنؓ کے سامنے شوربے کا پیالہ رکھنے گئی کہ خدا جانے کیا ہوا کہ پیالہ اس کے ہاتھ سے چھلکا اور گرم گرم شوربا امام حسنؓ کے منہ اور کپڑوں پر گر گیا۔

امام حسنؓ خفا ہوئے اور انھوں نے غصے سے لونڈی کی طرف دیکھا۔ وہ ڈر کے مارے تھر تھر کانپنے لگی۔ اچانک اس نے لرزتی ہوئی آواز میں کہا:

"والکاظمین الغیظ" ۔۔۔ غصے کو پی جانے والے۔

امام حسنؓ قرآن کے یہ الفاظ سنے تو فوراً کہا۔ "میں نے اپنے غصے کو پی لیا ہے۔" پھر لونڈی نے کہا:

"والعافین عن الناس ۔۔۔ لوگوں کے خطا معاف کرنے والے۔

امام حسنؓ نے کہا۔ ۔میں نے تمھاری خطا معاف کر دی۔"

اب لونڈی نے آیت کا آخری حصہ پڑھا۔

"واللہ یحب المحسنین" ۔۔۔ اور اللہ احسان کرنے والوں کو پیار کرتا ہے۔

یہ سن کر امام حسنؓ نے خلوص سے کہا "جاؤ میں نے تمھیں آزاد کر دیا۔

۱۹۔ حلم و تحمل

یحییٰ برمکی اپنے خدام کے ساتھ کہیں جا رہا تھا۔ ایک جگہ اس نے چند آدمیوں کا مجمع دیکھا۔ یحییٰ مجمع کے قریب پہنچ کر رک گیا، اس نے سنا کوئی شخص مجمع میں کھڑا یحییٰ برمکی کو گالیاں دے رہا ہے۔ یحییٰ کے خدام آگے بڑھے اور انھوں نے گالیاں بکنے والے کو گرفتار کر لیا۔ لیکن یحییٰ برمکی نے اسے چھڑوا دیا اور اس سے پوچھا کیا تو مجھے پہنچانتا ہے؟

اس شخص نے کہا۔ "ہاں میں تجھے کیوں نہ پہچانوں گا۔ تو یحییٰ برمکی ہے اور میں تجھی کو گالیاں دے رہا تھا۔"

یحییٰ نے کہا۔ "تو یہ بھی جانتا ہے کہ میں عباسی سلطنت کا وزیر اعظم ہوں۔"

"ہاں! مجھے یہ بھی معلوم ہے۔"

"اور تو یہ بھی جانتا ہے کہ میں تجھے قتل کرا سکتا ہوں۔

"ہاں! میں یہ بھی جانتا ہوں۔"

یحییٰ برمکی کسی سوچ میں پڑ گیا۔ کچھ دیر سر جھکائے کھڑا رہا۔ پھر نہایت وقار سے سر اٹھا کر بولا۔ "جا میں نے تجھے "فی سبیل اللہ" معاف کیا۔"

وہ شخص حیرت سے یحییٰ برمکی کو دیکھنے لگا۔

یحییٰ نے کہا۔ "حیرت سے میری صورت کیوں دیکھ رہا ہے۔ جس کے پاس جو ہوتا ہے وہی دیتا ہے۔ تیرے پاس میرے لیے گالیاں تھیں وہ دیں۔ میرے پاس تیرے لیے حلم و تحمل اور بخشش تھی وہ میں نے دے دیا۔"

۲۰۔ شاہی کھانے

ایک بادشاہ کسی مرد درویش کی خدمت میں شاہی کھانے لے کر حاضر ہوا۔ اور درخواست کی کہ حضرت اس میں سے کچھ تناول فرمایے۔ درویش نے آئینہ منگوایا

اور شاہی کھانے میں سے ایک لقمہ لے کر اس پر مل دیا۔ آئینہ مکدر ہو گیا۔ تب درویش نے اپنی سوکھی جو کی روٹی آئینے پر ملی تو وہ شفاف ہو گیا۔

انھوں نے بادشاہ سے کہا آپ کا کھانا آئینے کو مکدر کرتا ہے اور ہماری جو کی روٹی اسے جلا دیتی ہے۔ مجھے ایسے کھانے سے معاف رکھا جائے۔ بادشاہ نے عرض کیا حضرت میرے لائق کوئی خدمت ہو تو فرمائیں۔

درویش نے کہا مکھیاں اور مچھر ہمیں بہت تنگ کرتے ہیں انھیں حکم دیجئے کہ ہمیں ستایا نہ کریں۔

بادشاہ نے عرض کیا کہ یہ میرے اختیار میں نہیں۔ درویش نے ہنس کر فرمایا۔ جب ایسے حقیر کیڑے مکوڑے بھی آپ کی اطاعت سے منحرف ہیں تو پھر میں آپ سے کیا خدمت لوں۔ (مخزن اخلاق۔ ص: ۴۳۷)

۲۱۔ صدقہ و خیرات

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، ایک شخص نے کہا کہ میں آج رات کچھ صدقہ دوں گا۔ یہ ارادہ کر کے صدقے کا مال لے کر وہ باہر نکلا، مگر ایک زانیہ عورت کو دے آیا۔ صبح ہوئی تو لوگوں نے چہ میگوئیاں شروع کیں کہ آج رات زناکار عورت کو خیرات کا مال ملا۔

اس شخص نے یہ تذکرہ سن کر کہا الہیٰ تو ہی لائق ستائش ہے تو نے زناکار عورت کو پہنچایا۔ اب میں پھر (صدقہ دوں گا۔ چنانچہ (دوسری رات کو پھر صدقے کا مال لے کر نکلا اور کسی دولت مند کے ہاتھ میں دے آیا۔ صبح ہوئی تو لوگوں نے تذکرہ کیا کہ دولت مند کو (آج رات) صدقے کا مال ملا۔

اس شخص نے سن کر کہا الہیٰ تو ہی قابل حمد ہے تو نے دولت مند کو دلوایا، اب (کی مرتبہ) میں اور صدقہ دوں گا، چنانچہ (تیسری رات) کو وہ پھر صدقہ کا مال لے کر نکلا اور کسی چور کو دے آیا۔ صبح کو حسب معمول لوگوں نے تذکرہ کیا (آج رات)

چور کو خیرات کا مال ملا۔اس شخص نے سن کر کہا، الہیٰ تو ہی سزاوار تعریف ہے، تو نے زانیہ کو دلوایا، چور کو پہنچایا، دولت مند کو عطا کیا۔میرا صدقے کا مال خواہ مخواہ برباد کرایا(غیب سے ندا آئی تیرا صدقہ قبول ہو گیا۔)

زانیہ کو دلوانے کا تو یہ سبب تھا کہ امید ہے کہ وہ اس مال کے ذریعے سے زناکاری چھوڑے، اور دولت مند کو (دلوانے کی وجہ یہ تھی کہ) شاید اس کو اس سے سبق حاصل ہو اور وہ بھی خداداد دولت میں سے راہ خدا میں خرچ کرے، رہا چور تو شاید وہ بھی اس مال کی وجہ سے چوری کرنے سے دست کش ہو جائے۔)

(ترجمہ۔ صحیح مسلم۔حدیث نمبر۲۱۶۶۔جلد اول۔کتاب لزکوٰۃ۔عن ابو ھریرۃؓ، ص: ۲۶۰)

۲۲۔ تمھاری خاطر

ایک شرابی راستے میں پی کر مست پڑا ہوا تھا، منہ سے کف جاری تھا، مگر ذکر الہیٰ کی چونکہ عادت تھی، اس لیے برابر اس کے منہ سے اللہ اللہ نکل رہا تھا۔

حضرت بایزیدؒ کا ادھر سے گزر ہوا۔آپ نے دیکھا کہ وہ ناپاک منہ سے پاک پرودگار کا ذکر کر رہا تھا۔آپ نے پانی منگوایا، منہ دھلایا اور فرمایا کہ اب تو ذکر الہیٰ کر۔

آپ کے جانے کے بعد جب اس کے ہوش آیا تو لوگوں نے اس سے کہا، کمبخت تو اتنا بد نصیب ہے کہ فلاں بزرگ نے تیرا منہ صاف کیا۔اور وہ شرمندہ ہو کر حضرت کی خدمت میں آیا اور توبہ کر لی۔

حضرت بایزیدؒ حیران ہو کر اللہ تعالیٰ سے عرض کیا۔مولیٰ! یہ کیا ماجرا ہے، ابھی پی کر مست تھا اور ابھی توبہ کر رہا ہے۔

ارشاد خداوندی ہوا کہ "اے بایزید! تم نے ہمارے خاطر، ہماری خوشنودی کے لیے، اس کا منہ صاف کیا تھا، ہم نے تمھاری خوشی کے لیے اس کا دل صاف کر دیا ہے۔

==============

۲۳۔ دو وقت کی روٹی

ایک وقت ہارون الرشید حج کا ارادہ کر کے بغداد سے نکلے ۔ کوفہ پہنچ کر ٹھہرے ۔ کوفے کے لوگ چاروں طرف سے خلیفہ کو دیکھنے کے لیے جمع ہو گئے ۔ اونٹ پر ہودج میں ہارون الرشید بیٹھے ہوئے تھے ۔اور چاروں طرف سے لوگوں نے انھیں گھیر رکھا تھا، کہ یکایک آواز آئی ۔

ہارون ، ہارون! لوگ حیران ہوئے کہ کون اتنی بے ادبی سے امیرالمؤمنین کو پکار رہا ہے ، خود ہارون الرشید بھی حیران ہوئے کہ یہ کون شخص ہے جو اتنی بے باکی اور جراءت سے میرا نام لے رہا ہے ۔لوگوں سے پوچھا یہ کون ہے ؟

لوگوں نے کہا، حضور یہ شاہ بہلولؒ ہیں ۔

ہارون نے ہودج کا پردہ اٹھایا تو دیکھا کہ بہلولؒ بڑے وقار کے ساتھ سر نیچے کیے کھڑے ہیں ۔ہارون الرشید نے بہلولؒ سے کہا کہیے شاہ صاحب کیا بات ہے ؟

ہارون الرشید ! حضرت عبداللہ عامریؒ کہتے ہیں کہ میں نے دونوں جہاں کے سردار حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو حج کے لیے جاتے ہوئے دیکھا ہے ۔خدا کی قسم آپؐ کا سفر بڑا ہی سادہ اور فقیرانہ تھا ۔ نہ نوکر چاکر تھے ، نہ ہٹو، بچو کے نعرے تھے ۔اور نہ آنکھوں کو چکا چوند کرنے والی شان و شوکت تھی ۔

ہارون ! میں آپ سے یہ کہنے آیا ہوں کہ اگر آپ واقعی حج کے لیے جا رہے ہیں تو اسی طرح سادگی کے ساتھ جائیے ۔ جس طرح اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم گئے تھے ۔ یہ شان و شوکت چھوڑ دیجیے ۔اور خدا کے عظمت و جلال والے گھر میں عاجزی و تواضع کے ساتھ حاضری دیجیے ۔ خدا سب بڑوں کا بڑا ہے ۔ اس کے ہاں عاجزی اور انکساری کرنے والے ہی عزت پاتے ہیں ۔ بہلولؒ نے بڑے سوز اور وقار کے ساتھ نصیحت کی ۔

ہارون الرشید کا دل بھر آیا ۔آنکھوں سے آنسوؤں کا سیلاب بہہ پڑا اور روتے

ہوئے بہلولؒ سے کہا۔

شاہ صاحب! آپ نے بڑی اچھی بات بتائی ۔ کچھ اور بتائیے شاہ صاحب۔

بہلولؒ نے کہا: ہارون! جس شخص کو اللہ تعالیٰ مال و دولت دے، خوبصورتی بخشے، اور حکومت عطا کرے، اس کا فرض یہ ہے کہ وہ تینوں کا حق ادا کرے ۔ مال تو اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کیجئے، حسن و جمال کو پاک و صاف رکھیئے ۔ اور اس پر کسی گناہ کا دھبہ نہ لگایئے اور اللہ کی بخشی ہوئی اس حکومت کو عدل و انصاف کے ذریعے مضبوط بنایئے۔

ہارون الرشید یہ سن کر پھر رونے لگے، اور روتے ہوئے کہا! شاہ صاحب آپ نے واقعی بڑی اچھی بات بتائی ۔۔۔ پھر اپنے ملازموں کو حکم دیا کہ شاہ صاحبؒ کو ایک بڑی رقم انعام میں دیدی جائے۔

جی نہیں، مجھے رقم کی ضرورت نہیں ۔ یہ رقم آپ ان لوگوں کو دیدیں جن سے لے لے کر آپ نے جمع کی ہے ۔ بہلولؒ بڑی جرات اور بے نیازی سے جواب دیا۔
ہارون الرشید خاموش ہوگئے ۔ تھوڑی دیر کے بعد پھر بہلولؒ سے بولے اچھا۔ شاہ صاحبؒ آج سے آپ کھانا ہمارے ساتھ کھایا کریں۔

بہلولؒ نے ہاروں الرشید کی یہ پیش کش بھی ٹھکرادی اور عجیب انداز سے سر آسمان کی طرف اٹھاتے ہوئے کہا:

ہارون! میں اور آپ سب اللہ کے بندے ہیں اور وہ ہم سب کا پروردگار ہے۔ یہ کبھی نہیں ہوسکتا کہ وہ آپ کو تو اتنی بڑی حکومت بخش دے اور مجھے دو وقت کی روٹی بھی نہ دے ۔ یہ کہا اور روانہ ہوگئے۔

==============

۲۴۔ حلال و حرام غذا کے اثرات

حضرت احمد عربؒ کی خدمت میں رات دن عقیدت مندوں کا ہجوم رہتا تھا۔ ایک دن کچھ سید نوجوان حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ کچھ دیر کے بعد وہیں سے حضرت کے صاحبزادے بھی گزرے۔ جن کے ہاتھ میں رباب تھا۔ سادات نے اس کے باوجود ان کی طرف توجہ کی۔ لیکن صاحبزادہ یونہی بے توجہی سے گزر گئے اور ان حضرات کی جانب مطلق التفات نہ کیا۔ جس سے سادات کے دل پر اثر ہوا۔ حضرتؒ نے سادات کا اس طرح متاثر دیکھ کر فرمایا:

آپ آلِ رسول ہیں، آپ حضرات تو مکرم و محترم ہیں۔ لڑکے کی اس حرکت سے آپ کبیدہ خاطر نہ ہوں۔ یہ میرے گناہ کا اثر ہے۔ جس رات کو میری بیوی حاملہ ہوئی اس رات کو میں اور بیوی نے جو کھانا کھایا تھا وہ حلال و طیّب نہ تھا۔ وہ سلطان کے مطبخ سے آیا تھا۔ مجھ سے بھول ہوئی میں نے اس کی کوئی تحقیق نہ کی جس کی سزا مجھے یہ ملی ہے۔ یہ سزا جاری ہے اور خدا ہی بہتر جانتا ہے اس گناہ کا بدلہ۔ میں اس لڑکے کی صورت میں کب تک پاتا رہوں گا۔

اے اللہ! مجھے اپنے فضل و کرم سے اکل حلال کی نعمت مسلسل عطا فرما اور پھر حضرت نے سادات کے ہاتھوں کو بوسہ دیا، اور رونے لگے۔

پیٹ تمام بدن کا حوض ہے۔ یہ ایک حدیث ہے[1] پس اگر اس میں گندہ پانی ہوگا تو تمام نالیوں میں گندہ ہی پہنچے گا اور یہ حدیث صحت ظاہر اور باطن دونوں

---

[1] ھذا ھو المشھور و کذا ذکرہ الغزالی فی الاحیاء ج ۲ ص: ۸۱ قال العراقی - رواہ الطبرانی فی الاوسط و العقیلی فی الضعفاء و قال باطل لا اصل لہ - و کذا قال الدارقطنی و انظر ایضاء تخریج احادیث الکشاف ص: ۶۴ و الموضوعات للقاری ص: ۶۵ (طارق)

کے لیے عام ہے یعنی ظاہری بیماریاں بھی جتنی پیدا ہوتی ہیں اکثر ان کا سبب پیٹ ہی کی خرابی ہے۔ اسی طرح باطنی امراض بھی جس قدر پیدا ہوتے ہیں ان کا منبع بھی بطن ہی ہے۔ تو ایک صحت روحانی ہے اور ایک جسمانی، تو جیسی غذا معدہ میں ہوگی اسی کے مناسب سب جگہ تقسیم ہوگی اور روحانی یہ کہ اگر حلال غذا معدہ میں پہنچی تو تمام اعضاء کو توفیق نیک اعمال کی ہوگی اور اگر حرام غذا پہنچی تو تمام اعضاء کو معاصی کی طرف میلان ہوگا۔ (متاع الدنیا، ص: ۲۲)

۲۵۔ معاف کر دو!

اموی خلیفہ ہشام ایک مرتبہ ایک شخص سے کسی بات پر خفا ہوا اور اسے گالیاں دینے لگا۔ اس آدمی نے کہا:

"آپ کو شرم نہیں آتی خلیفۃ اللہ فی الارض ہونے کے باوجود گالی گلوچ کر رہے ہو؟ کیا خدا کا نائب ایسا شخص بھی ہو سکتا ہے جس کو اپنی زبان پر قابو نہ ہو، اور جذبات میں اول فول بکنے لگے۔"

ہشام نے شرمندہ ہو کر سر جھکالیا اور اس سے کہا:

"اپنی حرکت پر حد درجہ نادم ہوں، جس طرح چاہو بدلہ لے لو!" وہ شخص گویا ہوا: بدلہ لے لوں، گویا تجھ جیسا نادان اور بد اندیش ہو جاؤں؟"

ہشام پر اور زیادہ ندامت طاری ہوئی، کچھ دیر تک سر جھکائے رہا، پھر کہنے لگا:

"اچھا عوض لے لو جتنی رقم درکار ہو ابھی دیتا ہوں!"

"وہ شخص چمک کر بولا:

"مال لے لوں؟ یعنی میری عزت نفس کی قیمت مال ہے؟ خدا کی قسم ایک درہم بھی لینے کا میں روادار نہیں!" بڑی بے خوفی سے اظہار خیال کرتا ہوا کہا۔

ہشام کا شرمندگی سے ایک رنگ آتا تھا، ایک جاتا تھا، آخر اس نے کہا، "نہ بدلہ لیتے ہو، نہ عوض، تو رضائے الٰہی کے لیے معاف ہی کر دو!"

وہ بولا! "اب تم نے ٹھیک بات کہی، جاؤ میں نے خدا کے لئے تمھیں معاف کیا اللہ آپ کا بھلا کرے۔"

۲۶۔ محتاج کا محتاج کیوں بنوں؟

ہارون الرشید کا دورِ حکومت تھا۔ اس وقت قحط پڑا۔ ایک دیہاتی آیا۔ کہ میں جاکر بادشاہ سے کچھ مانگوں، تاکہ میری اصلاح ہو۔ بچے بھوکے مر رہے ہیں۔ میں جاکر بادشاہ سے کہوں کہ اپنے خزانے سے مجھے کچھ دے۔ جب آیا تو دیکھا کہ، ہارون الرشید نماز میں مصروف ہے۔ چوبدار نے کہا، ذرا ٹھہر جا۔ یہ دیہاتی بیچارہ ٹھہر گیا۔ ہارون الرشید جب سلام پھیر چکے اور دعا مانگ چکے۔ تو ہارون الرشید نے پوچھا، چودھری صاحب کیوں آئے۔ چودھری صاحب نے کہا یہ تو میں بعد میں بتاؤں گا کہ کیوں آیا تھا۔ پہلے یہ بتا کہ تو کیا کر رہا تھا؟ یہ کیا بات تھی۔؟ اس نے کہا، میں اپنے اللہ کے آگے جھک رہا تھا۔ اس نے کہا۔ اچھا! تیرے سے بھی کوئی بڑا ہے۔ اس نے کہا میرے سے بڑا اللہ میاں ہے۔ میں ان سے مانگتا ہوں۔

دیہاتی وہیں سے لوٹا کہ مجھے تجھ سے مانگنے کی ضرورت نہیں۔ میں اس سے کیوں نہ مانگوں جس سے تو مانگ رہا ہے۔ جب تو بھی اس کا محتاج ہے تو میں محتاج کیوں بنو؟ حقیقیت یہ ہے کہ سب اس کے سامنے بے بس ہیں۔ وہی سب کے کام کرتے ہیں۔ نہ کوئی کسی کو دے سکتا ہے نہ چھین سکتا ہے۔ وہی دیتا ہے، اسی کو چھین نے کی قدرت ہے۔ آدمی کو اگر کچھ لینا ہے تو اپنے معاملے کو اللہ میاں سے درست کرے۔ سب کچھ مل جائیگا۔ ان سے بگاڑ لی تو ملا یا بھی چھن جائیگا۔

(خطبات حکیم الاسلام ص: ۴۹۔۲۴۸)

۲۷۔ نعمت کیا چیز ہے

ایک مرتبہ حجاج بن یوسف نے جوہری نامی ایک حکیم و دانا سے سوال کیا۔ نعمت کیا چیز ہے؟ جوہری نے جواب دیا کہ بے خوفی۔ کیوں کہ میں نے دیکھا ہے کہ ڈرنے والا آدمی زندگی سے نفع یاب نہیں ہوتا۔

حجاج نے مزید بتانے کے لیے کہا: جوہری نے کہا صحت اس لیۓ کہ میں نے بیمار کو دیکھا ہے کہ زندگی سے نفع نہیں اٹھاتا۔

حجاج نے کہا مزید کچھ بتاؤ؟ جوہری نے کہا، جوانی، اس لئے کہ میں نے دیکھا ہے کہ بوڑھا آدمی زندگی سے فائدہ نہیں پاتا۔

حجاج نے کہا کچھ اور بتاؤ؟ جوہری نے کہا مالداری، کیوں کہ میں نے دیکھا ہے کہ فقیر زندگی سے بہرہ مند نہیں ہوتا۔

حجاج نے کہا مزید کوئی نعمت بتاؤ؟ جوہری نے کہا میرے نزدیک اس کے بعد کوئی نعمت نہیں ہے۔ (مروج الذہب۔ جلد ۳، ص: ۱۵۰)

در حقیقت حکیم جوہری نے اس جواب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ حدیث بیان کی ہے جس میں فرمایا گیا ہے کہ:

"پانچ چیزوں کو پانچ چیزوں سے پہلے غنیمت سمجھو۔

(۱) جوانی کو بڑھاپے سے پہلے (۲) زندگی کو موت سے پہلے

(۳) صحت کو بیماری سے پہلے (۴) فرصت کو مشغولیت سے پہلے

(۵) اور مالداری کو فقیری سے پہلے۔

۲۸۔ لالچ کی سزا

ابن جوزی نے یحییٰ بن جعفر کی روایت نقل کی ہے وہ کہتے ہیں: "میں نے امام اعظمؒ سے یہ واقعہ خود سنا ہے کہ ایک مرتبہ لق و دق صحرا و بیابان میں مجھے پیاس لگی اور پانی کی شدید ضرورت محسوس ہوئی۔ میرے پاس ایک اعرابی آیا، دیکھا کہ اس کے پاس پانی کا مشکیزہ ہے۔ میں نے اس سے پانی مانگا مگر اس نے پانی دینے سے انکار کر دیا۔ اور کہا کہ پانچ درہم میں دونگا۔ چنانچہ میں نے پانچ درہم دے کر مشکیزہ اس سے لے لیا۔ پھر میں نے اعرابی سے دریافت کیا کہ جناب! ستو کی کچھ رغبت ہو تو کھلا دیتا ہوں۔ اس نے کہا لاؤ۔

میں نے ستو اس کو پیش کر دیا جو روغن زیتون سے چرب کیا ہوا تھا۔ اس نے بڑے مزے سے پیٹ بھر کر کھایا۔ اب اس کو پیاس لگ گئی تو اس نے بڑی منت سے مجھے ایک پیالے کی درخواست کی۔ میں نے کہہ دیا جناب! پانچ روپیہ میں ملے گا، اس سے کم میں نہیں دیا جائے گا۔ چونکہ ستو اور روغن اور زیتوں کے کھانے نے اس کو خوب گرمی دے رکھی تھی۔ شدت سے پیاس بڑھ رہی تھی لہٰذا اب وہ بھی میری سابقہ حالت کی طرح پانی کا حاجت مند تھا۔ چنانچہ وہ پانچ درہم دینے پر بڑی خوشی سے آمادہ ہو گیا۔ میں نے ایک پیالہ پانی کے عوض پانچ درہم بھی واپس لے لئے اور میرے پاس پانی بھی رہ گیا۔

(امام اعظم ابو حنیفہؒ کے حیرت انگیز واقعات، ص: ۲۱۸،
بحوالہ لطائف لذکیا۔ تذکرہ ابو حنیفہؒ)

۲۹۔ استاد کا احترام

خلیفہ ہارون الرشید کے زمانہ خلافت میں اصمعیؒ ایک بڑے عالم تھے۔ ہارون الرشید نے ان کو شہزادوں کی تعلیم کے لیے مقرر کیا تھا۔ مامون اور امین دونوں شہزادے اصمعیؒ سے تعلیم حاصل کرتے تھے۔ اصمعیؒ دونوں شہزادوں سے بہت محبت کرتے تھے اور خوب اچھی طرح پڑھاتے تھے۔ مامون اور امین بھی اپنے استاد کا بہت احترام کرتے تھے اور بہت دل لگا کر پڑھتے تھے۔

ایک دن جب اصمعیؒ سبق پڑھا چکے اور اٹھنے کا ارادہ کیا تو دونوں شہزادے ان کی جوتیاں سیدھی کرنے کے لیے دوڑے۔ ہر ایک چاہتا تھا کہ میں جوتی سیدھی کروں۔ آخر بات اس پر طے ہوئی کہ ہر ایک، ایک جوتی سیدھی کرے۔

رفتہ رفتہ یہ بات ہارون الرشید کے کان میں پڑی تو ہارون نے حضرت اصمعیؒ کو دربار میں بلایا اور اپنے پہلو کرسی پر بٹھا کر پوچھا۔

بتائیے آج دنیا میں خوش قسمت کون ہے؟"

اصمعیؒ نے کہا " امیر المؤمنین ! آپ مسلمانوں کے خلیفہ ہیں ۔ آپ کے پاس ہر چیز موجود ہے ۔ لوگ آپ کی عزت کرتے ہیں ۔ آپ سے زیادہ کون خوش قسمت ہوگا ؟

ہارون الرشید نے کہا ۔ " نہیں نہیں ، ایک شخص مجھ سے بھی خوش قسمت اور بڑے مرتبے والا ہے ۔ وہ شخص عزت اور رتبے میں مجھ سے بڑھا ہوا ہے ۔ جس کی جوتیاں سیدھی کرنے کے لیے دو شہزادے دوڑیں ۔ "

حقیقت میں استاد کا مقام بہت اونچا ہے ، اسی لیے حضرت علیؓ نے فرمایا ہے " جو شخص مجھے ایک حرف بتادے میں اس کا غلام ہوں چاہے مجھے بیچ دے یا آزاد کر دے ۔

فرمایا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ماں باپ کے بعد سب سے بڑا رتبہ استاد کا ہے ، اس لیے ہمیں استاد کی عزت اور ان کا احترام کرنا چاہیئے ۔

۳۰ ۔ خدا کی ضمانت

فرمایا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے قوم بنی اسرائیل میں ایک مرد نے دوسرے بنی اسرائیل سے ہزار اشرفیاں قرض مانگیں ، سو اس نے کہا کہ گواہوں کو لا کہ ان کو قرض کا گواہ کروں ۔ تو اس نے کہا خدا کا گواہ ہونا کفایت کرتا ہے ۔ اس نے کہا تو نے سچ کہا ، پھر اس کو ہزار اشرفیاں کچھ مدت ٹھہرا کر دیں ۔ سو وہ سوداگری کے لئے سمندر کے سفر میں گیا اور اپنے کام سے فراغت پا کر جہاز کی تلاش کی تا کہ مقررہ مدت کے اندر قرض ادا کر دے ۔ لیکن اس نے کوئی جہاز نہ پایا ۔ اس نے ایک لکڑی کو لے کر کریدا پھر اس میں ہزار اشرفیوں کو بھرا اور ایک اپنا خط قرض دینے والے کے نام کا اس میں رکھا پھر اس کے منہ کو خوب بند کیا اور سمندر پر لا کر کہا " خداوند تو جانتا ہے کہ میں نے فلاں سے قرض لی تھی ۔ لیکن اس نے مجھ سے ضامن مانگا تھا ۔ میں نے کہا تھا کہ خدا کا ضامن ہونا کفایت کرتا ہے ، وہ تیری ضمانت سے راضی ہو گیا تھا ۔ پھر اس نے گواہ مانگا میں نے کہا کہ خدا کی گواہی کفایت کرتی ہے ۔ لیکن وہ تیری گواہی

سے راضی ہو گیا تھا میں نے بہت دوڑ دھوپ کی کہ کوئی جہاز پاؤں تو اس کا قرض بھیجوں، لیکن میں نے نہ پایا۔اب تجھ کو اس لکڑی کی امانت سپرد کرتا ہوں۔ پھر اس کو اس نے سمندر میں ڈال دیا۔یہاں تک کہ وہ ڈوب گئی پھر وہاں سے پلٹ آیا اور لوٹتے وقت بھی جہاز کی تلاش میں رہا لیکن دکھائی نہ دیا۔

وہ مرد جسے قرض دیا تھا وہ سمندر کی جانب آیا کہ شاید کوئی جہاز اس کا قرض مال لایا ہو، لیکن اس نے یکایک ایک لکڑی کو دیکھا جس میں مال تھا اس کو اپنے گھر والوں کے جلانے کو لے لیا۔ پھر جب اس کو چیرا مال اور خط کو پایا۔ پھر بعد مدت کے جس پر قرض تھا وہ شخص آیا اور ہزار اشرفیاں لایا اور کہاں خدا کی قسم میں ہمیشہ جہاز کی تلاش میں دوڑ دھوپ کیا کہ تیرا مال لاؤں، لیکن وعدے کی مدت سے پہلے میں نے کوئی جہاز نہ پایا۔قرض دینے والے نے پوچھا کیا تو نے میرے پاس کچھ بھیجا۔اس نے کہا کہ میں نے اپنے آنے سے پیشتر کوئی جہاز نہ پایا۔قرض دینے والے نے کہا خیر حال معلوم ہوا سو البتہ خدا نے تیری طرف سے جو مال کہ تو نے لکڑی کے ساتھ بھیجا تھا سو وہ پہنچا دیا۔اب تو اپنی ہزار اشرفیاں لے کر خیریت سے واپس جا۔

(بخاری۔عن ابو ہریرہؓ)

اس حدیث سے راست معاملگی اور امانتداری کی خوبی معلوم ہوتی ہے اور جس نے خدا پر بھروسہ کیا اس کو کبھی نقصان نہیں پہنچتا۔

۳۱۔ تحقیق مذاہب

امیرالمؤمنین مامون الرشید کے دربار میں علمی مسائل پر بحث و مباحثے اور مذاکرے ہوا کرتے تھے، جس میں ہر مذہب کے عالم کو آنے کی اجازت تھی۔ایک دفعہ مجلس ختم ہونے کے بعد مامون نے ایک ممتاز یہودی عالم کو چند ترغیبات کے ساتھ حلقہ اسلام میں آنے کی دعوت دی، اس نے انکار کیا۔ایک سال کے بعد پھر یہ عالم دربار مامون کے "علمی سیمینار" میں بحیثیت مسلمان شریک ہوا اور فقہ اسلامی کے

موضوع پر بہترین تقریر اور عمدہ تحقیقات پیش کیں۔ آخر میں مامون نے اسلام قبول کرنے کا سبب دریافت کیا تو اس نے بیان کیا:

"اس سے پہلے کی مجلس مذاکرہ سے لوٹتے ہوئے میں نے موجودہ مذاہب کی تحقیق کا ارادہ کیا۔ چونکہ میں ایک بہترین خطاط اور خوش نویس ہوں اور میری کتابت شدہ کتابیں اچھی قیمت سے فروخت ہوجاتی ہیں۔ اس لئے میں نے تحقیق مذاہب میں اپنے اس فن سے کام لینا چاہا۔ چنانچہ سب سے پہلے میں نے تورات کے تین نسخے کتابت کئے جن میں بہت ساری جگہوں میں اپنی طرف سے کمی بیشی کر دی اور یہ نسخے لے کر کنیسہ (یہودیوں کی عبادت گاہ) پہنچا۔ یہودیوں نے بڑی رغبت سے منہ مانگے داموں میں خرید لیا۔ پھر اسی طرح انجیل کے تین نسخے کمی بیشی کے ساتھ کتابت کر کے کلیسا (نصاریٰ کی عبات گاہ) لے گیا۔ وہاں بھی عیسائیوں نے بڑی قدر و منزلت کے ساتھ یہ نسخے مجھ سے خرید لئے۔ پھر یہی کام میں نے قرآن کے ساتھ کیا۔ اس کے بھی تین نسخے عمدہ کتابت کئے جن میں اپنی طرف سے کمی بیشی کی تھی۔ ان کو لے کر جب میں فروخت کرنے کے لئے نکلا تو جس کے پاس لے گیا اس نے دیکھا کہ صحیح بھی ہے یا نہیں؟ جب کمی بیشی نظر آئی تو اس نے مجھے واپس کر دیا اور کسی نے نہیں لیا۔ پس اس واقعہ سے میں نے سبق لیا کہ یہ کتاب (قرآن شریف) محفوظ ہے اور اللہ تعالیٰ نے ہی اس کی حفاظت اپنی طرف سے کی ہے۔ اس لئے میں مسلمان ہوگیا۔

۳۲۔ ایک مقدمہ

حضرت عمرؒ کے دور خلافت میں عبدالملک بن مروان قاضی تھے۔ بڑے نیک اور فرشتہ صفت انسان تھے۔ ایک مرتبہ کچھ لوگوں سے قاضی صاحب کے لڑکے کی ان بن ہو گئی۔ دونوں فریق اپنے آپ کو حق پر سمجھ رہے تھے۔ لڑکے نے قاضی صاحب سے گھر پر معاملے کی تفصیل سے حالات سنائے اور مشورہ طلب کیا کہ اگر وہ اس معاملے میں حق پر ہے تو باپ کی عدالت میں مقدمہ دائر کرے گا۔ باپ نے مقدمہ دائر کرنے کو کہا۔ بیٹے کو یقین تھا کہ جیت اسی کی ہو گی۔

مقدمہ دائر ہوا۔ شہادتیں لی گئیں اور فیصلہ بیٹے کے خلاف ہوا۔ فیصلہ سنا کر قاضی صاحب گھر لوٹے تو بیٹے نے افسوس کے ساتھ کہا۔ ابا حضور اگر مقدمہ کے بارے میں، میں آپ سے مشورہ نہ کرتا اور فیصلہ میرے خلاف ہوتا تو مجھے کوئی غم نہ ہوتا۔ اس پر قاضی صاحب نے کہا سچ تو یہ ہے بیٹا، جس وقت تم نے مشورہ کیا تھا مجھے معلوم تھا تم حق پر نہیں ہو یہ بات اگر میں تمھیں اسی وقت بتادیتا تو تم فوراً اپنے حریفوں سے صلح کرلیتے اور ان لوگوں کا حق مارا جاتا۔

میرے بیٹے! تم مجھے دنیا کے تمام آدمیوں سے پیارے ہو، لیکن میرا ایمان اور ایک ہستی ہے جو مجھے تم سے پیاری ہے جو آخرت میں سب کا حساب لینے والا ہے۔

۳۳۔ ملعون محتکر

حضرت منصور بن معتمرؒ نے گیہوں سے بھرا ہوا ایک جہاز ابلہ کے بندرگاہ سے بصرہ بھیجا اور اپنے وکیل کو لکھا کہ جس دن یہ جہاز پہنچے اسی دن اسے فروخت کر دینا وکیل نے بعض دوکانداروں سے مشورہ کیا تو انھوں نے بازار کا رنگ دیکھ کر کہا کہ اگر تم اس گیہوں کو ایک ہفتے کے بعد فروخت کرو تو امید ہے کہ آج سے دوگنی قیمت ملے گی۔ چنانچہ وکیل نے ان تاجروں کے مشورے پر عمل کرکے سارا گیہوں ایک ہفتے کے بعد بیچا اور بہت زیادہ دام پایا۔ اور خوش ہوکر منصور بن معتمرؒ کو اس کی خبر دی۔ وکیل کے خط کو پڑھ کر معتمرؒ نے اس کے جواب میں لکھا:

"میں نے تم کو لکھ دیا تھا کہ جس دن گیہوں پہنچے اسی دن اسے فروخت کر دینا مگر تم نے میری بات نہ مانی اور مجھے محتکر بنادیا۔ حالانکہ محتکر ملعون ہے۔ جس وقت میرا یہ خط تم کو ملے فوراً گیہوں کی قیمت مع منافع کے بصرہ کے فقراء پر صدقہ کردو۔ اے کاش میں اللہ کے عذاب سے نجات پاجاؤں اور مجھے نہ فائدہ ہو، نہ نقصان۔"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ محتکر (۱) ملعون ہے۔ ایسے تاجر کو ملعون اور مردود کہا گیا ہے۔ ان کی کمائی میں خیر و برکت نہیں ہوتی۔

---

(۱) احتکار تجارتی سامان کو جمع کرکے چھپا کر گراں قیمت پر فروخت کرنے کو کہتے ہیں۔

۳۴۔ صبر

حضرت بایزیدؒ کا گزر ایک وقت قبرستان کی طرف ہوا۔ کیا دیکھتے ہیں کہ ایک شخص طنبورہ لئے بجاتے ہوئے قبرستان میں داخل ہوا۔ آپ نے فرمایا قبرستان میں مردوں کو دیکھ کر نصیحت حاصل کرنے کی بجائے مسرت سے طنبورہ بجا رہا ہے۔ وہ شخص غصے سے طنبورہ لے کر حضرت بایزیدؒ کے سر پر مارا جس سے آپ کا سر زخمی ہوا اور طنبورہ ٹوٹ گیا۔ جب آپ مکان پہنچے اور طنبورے والے کا پتہ دریافت کر کے روپیہ روانہ کیا کہ بیچارے کا طنبورہ ٹوٹ گیا۔ جب طنبورے والا یہ دیکھا اور اس کو اپنی غلطی محسوس ہوئی فوراً حضرت بایزید کی خدمت میں پہنچا اور اسلام قبول کیا۔

(مخزنِ اخلاق)

۳۵۔ انتہائی راز دار

ابن اشر ایک بڑے مورخ گزرے ہیں۔ آپ سلطان بدرالدین کے دربار میں سفیر تھے۔ سلطان کو ہمیشہ نیک اور سچا مشورہ دیا کرتے تھے۔ سلطان کو آپ پر بڑا اعتماد تھا۔

ایک مرتبہ سلطان بے چینی کی حالت میں آپ کو طلب فرمایا اور کہا: مجھے ایک انتہائی راز دار سچا، اللہ سے ڈرنے والا اور زبان کا پکا آدمی چاہیئے، چونکہ خلیفہ۔ بغداد کے پاس ایک ضروری پیغام بھجوانا ہے۔ بہت غور و خوض کے بعد آپ نے فرمایا حضور ایسا شخص میرے بھائی کے سوا اور کوئی نہیں ہو سکتا۔ سلطان نے کہا فوراً اپنے بھائی کو میرے پاس بھیج دو۔ چونکہ مجھے اطمینان ہے جو کچھ تم کہہ رہے ہو درست ہے۔ آپ نے بھائی کو سلطان کے پاس روانہ کیا اور بھائی سے کہا، میں نے سلطان سے کہا ہے کہ تم ایک سچے، ایماندار اور راز کو راز رکھنے والے انسان ہو۔

سلطان نے آپ کو راز کی بات بتائی اور فوراً بغداد کو روانہ ہونے کے لئے کہا سفر پر روانہ ہونے کے لئے جب آپ گھر سے نکل رہے تھے بڑے بھائی نے پوچھا آخر

سلطان کونسی ایسی راز کی بات تمھیں کہی ہے۔قاصد نے بھائی سے کہا کچھ ہی دیر پہلے آپ نے سلطان سے کہا ہے کہ میں سچا، ایماندار اور راز دار ہوں، آپ چاہتے ہیں کہ سلطان کی راز کی بات آپ سے کہہ کر میں اپنے آپ کو جھوٹا ثابت کروں ۔یہ سن کر بڑے بھائی رو پڑے ۔فرط مسرت سے گلے لگایا اور بہت سے دعائیں دے کر رخصت کرتے ہوئے فرمایا: میرے بھائی میں تو یوں ہی تمہیں آزمار ہا تھا۔

راز ایک عہد ہوتا ہے، ایک امانت ہوتی ہے، اسے نہ توڑا جاتا ہے ۔اور نہ ہی اس میں خیانت کی جاتی ہے۔ کسی کے راز کی کھوج میں رہنا گناہ ہے ۔حدیث میں آیا ہے کہ اس شخص میں دین نہیں جس کا عہد ٹھیک نہیں۔

۳۶۔ صدقہ کی برکت

منقول ہے کہ ایک دن حضرت عزرائیل علیہ السلام پیغمبر خدا حضرت داوٗد علیہ السلام کے پاس آئے ۔اور دیکھا کہ ان کے قریب ہی ایک خوبصورت اور صاحب کمال نوجوان بیٹھا ہوا تھا۔

عزرائیلؑ نے کہا: اے داوٗدؑ اس نوجوان کا جمال و کمال بے سود ہے ۔ کیونکہ حکم خداوندی ہے کہ سات روز کے بعد میں اس کی روح کو قبض کر لوں گا ۔یہ خبر سنتے ہی حضرت داوٗدؑ رنجیدہ ہوگئے اور کہا: "حکم خداوندی اپنی جگہ پر اٹل ہے،"

لیکن سات دن گزرنے کے بعد بھی حضرت داوٗدؑ نے اس نوجوان کو زندہ وسلامت دیکھا تو حیران رہ گئے اور جب ملک الموت دوبارہ ان کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے کہا: اے عزرائیلؑ! تم نے تو کہا تھا کہ اس نوجوان کی زندگی کے دن ختم ہو چکے ہیں اور سات روز بعد تم اس کی روح قبض کر لو گے، لیکن اتنا عرصہ گزر گیا اور یہ نوجوان آج بھی زندہ وسلامت ہے؟

عزرائیلؑ نے کہا: جی ہاں! اس نوجوان کی زندگی کے سات دن باقی رہ گئے تھے لیکن جس وقت میں آپ سے ملنے کے بعد باہر گیا تو اس نوجوان نے ایک درویش کو کچھ

صدقہ کیا۔اس درویش نے دعا دیتے ہوئے کہا: "خداوند عالم تیری عمری میں برکت دے۔"

"خداوند عالم نے درویش کی دعا قبول کرلی اور اس نوجوان کی زندگی کے ہر دن کو "سال میں تبدیل کر دیا اور صدقہ کی برکت سے اسے بہشت میں آپ کا ساتھی بنا دیا۔" (ماہنامہ۔اسلام۔شمارہ ۴۸)

۳۷۔یادگار لمحے

حضرت عمرؓ نے ایک صاحب کو طلب فرمایا، جیبب ان کا نام تھا۔وہ آئے تو پوچھا کہ ۔۔۔آپ سعید بن عامرؓ کو جانتے ہیں ؟جواب ملا۔۔۔جی ہاں! پوچھا۔۔۔دوستی واجبی ہے یا اچھی گہری ؟ حضرت جیبب نے کہا، ہم ایک دوسرے کو خوب جانتے ہیں۔ ہمارے ساتھ بڑا المبا رہا ہے۔فرمایا۔۔۔ان کے گھر مہمان بن کر رہ سکتے ہو ؟عرض کیا گیا کہ ۔۔۔جی ہاں! اس میں کیا مشکل ہے! مشکل اس لئے نہیں تھی کہ کوئی مسلمان کسی مسلمان کے گھر مہمان بن کر جائے تو اسے لوٹایا نہیں جاتا۔ہمیں مہمان کی عزت کرنے کا حکم ہے اور بتایا گیا ہے کہ گھر میں مہمان آنے سے رزق میں برکت ہوتی ہے۔

حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ: یہ ایک ہزار درہم کی تھیلی لو اور سعید بن عامرؓ کے پاس جا رہو۔دیکھو ان کے حالات کیا ہیں، اگر یہ معلوم ہو کہ وہ فقر و فاقے کی زندگی بسر کر رہے ہیں تو یہ تھیلی میری طرف سے انھیں دے دینا کہ اپنے استعمال میں لے آئیں۔

حضرت سعید بن عامرؓ حمص کے گورنر تھے۔اصابہ میں ہے، خیبر کی لڑائی سے پہلے لمان لے آئے، پھر عہد نبویؐ کے باقی تمام معرکوں میں شریک رہے۔حضرت سعیدؓ بڑے اچھے منتظم بھی تھے، منصف بھی اور مجاہد بھی جنگ یرموک میں ان کا کارنامہ تاریخ میں یادگار رہے گا۔

حضرت عمرؓ ایک مرتبہ حمص گئے، وہاں اپنے گورنر اور عوام سے ملاقاتیں کیں واپسی سے پہلے کچھ لوگوں کو بلایا اور ان سے فرمایا۔ مجھے اپنے صوبے کے ایسے لوگوں کے نام لکھوا دو جو بیت المال سے امداد کے مستحق ہیں۔ فہرست مرتب ہونے لگی تو پہلا نام لکھوا گیا سعید بن عامرؓ! امیر المؤمنین نے پوچھا۔ کیوں؟ ان کو تنخواہ ملتی ہے۔ لوگوں نے کہا۔ تنخواہ وہ اپنے پاس رکھتے نہیں۔ چند درہم نکال کر باقی سب اللہ کی راہ میں بانٹ دیتے ہیں، یہ حال دیکھ کر فاروق اعظم نے حضرت جیب کو طلب فرمایا اور ان سے بات چیت کر کے ہزار درہم کی تھیلی ان کے حوالے کی۔

جیب تھیلی لے کر حضرت سعید بن عامرؓ کے مہمان ہوئے تو دیکھا کہ دسترخوان پر سوکھی روٹی اور زیتوں کے تیل کے سوا کبھی اور کچھ نہیں ہوتا۔ یہ حال دیکھ کر حضرت جیب نے انھیں ہزار درہم کی تھیلی پیش کی، اسد الغابہ میں ہے، تھیلی ہاتھ میں لے کر انھوں نے بڑے زور سے کہا۔۔ انا اللہ ہی و انا الیہ راجعون۔ بیوی نے اپنے حجرے میں سے بولیں۔ خدا خیر کرے! کیا ہو گیا؟ حضرت سعیدؓ نے جواب دیا۔ ایک حادثہ رونما ہو گیا ہے۔ بیوی نے پوچھا۔ کیا بہت جانگسل ہے؟ جواب ملا۔ قیامت ٹوٹ پڑی ہے۔ بیوی نے کہا کچھ تفصیل تو بتایئے؟ شوہر نے جواب دیا۔ دولت گھر آئی ہے، امیر المؤمنین نے ہزار درہم کی تھیلی بھجوائی ہے۔ بیوی بولیں ہاں قیامت کا مرحلہ ہے، لیکن کوئی بات نہیں، اسے ایک کونے میں ڈال دیجئے، صبح مجاہدوں کا جو دستہ ادھر سے گزرے گا اس کے حوالے کر دینا۔

بڑی بڑی آسامیوں پر جو لوگ ہوتے ہیں ان کی بیویاں بڑی حریص ہوتی ہیں۔ اکثر یہ دیکھا گیا ہے کہ رشوت خوری کا تمام کاروبار انھیں کے ہاتھ میں ہوتا ہے۔ شوہر کے عہدے سے فائدہ اٹھانا بھی وہ خوب جانتی ہیں۔ حرام و حلال کی تمیز سب سے پہلے انھیں کے پاس سے اٹھ جاتی ہے۔ ایسی بیویاں جو شوہر کے گردن میں آگ کا طوق پہناتی ہیں۔ اسلامی معاشرے کا سرطان ہیں۔

حضرت جیب نے لوٹ کر ساری تفصیل امیر المؤمین کو کہہ سنائی۔ حضرت عمرؓ

نے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا کہ ان کا انتخاب کھرا نکلا۔ سچ ہے دولت بری بلا ہے۔ اس کے چنگل سے بچنا کچھ آسان نہیں، عورت ہو کہ مرد جس کے دل میں خوف خدا ہو حرص و ہوس کے پھندے سے بچ نکلتا ہے۔

۳۸۔ اسلام کی آغوش میں

ثمامہ بن آثال قبیلہ بنو حنیفہ کے سرکردہ شخص اور یمامہ کے رئیس و سردار تھے۔ یہ قبیلہ آخر تک سرکش اور باغی تھا۔ اور اسی قبیلے میں مسیلمہ کذاب جیسا مدعیٔ نبوت خود سرکار کے زمانے میں پیدا ہوا۔ ثمامہ اتفاق سے مسلمانوں کے ایک لشکر کے ہاتھ گرفتار ہو گئے۔ اور مسلمانوں نے مدینۂ منورہ میں لاکر انھیں مسجد نبوی کے کھمبے میں باندھ دیا، کچھ دیر کے بعد رحمت للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں نماز کے لئے تشریف لائے۔ قیدی کو بندھا دیکھ کر دریافت حال فرمایا تو معلوم ہوا کہ یہ سردار ثمامہ ہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا۔ ثمامہ تمھاری کیا رائے ہے؟

ثمامہ نے جواب دیا "محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) میری اچھی رائے ہے، اگر مجھے قتل کرو گے تو ایک خون والے کو قتل کرو گے اور احسان کرو گے تو ایک شکر گزار پر احسان ہوگا اور اگر زر فدیہ چاہتے ہو تو جو مانگو گے دیا جائے گا۔"

حضور صلی اللہ علیہ وسلم یہ سن کر خاموش رہے اور کچھ نہ فرمایا۔ پھر سرکار نے دوسرے دن بھی یہی سوال فرمایا اور ثمامہ نے وہی جواب دیا۔ تیسرے دن ان کے جواب کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی پابندی لگائے بغیر حکم فرمادیا کہ ثمامہ کو چھوڑ دیا جائے۔ صحابہؓ نے اس حکم کے بعد انھیں کھول کر آزاد کر دیا۔

ثمامہ رسی سے کھل کر آزاد ہو گئے مگر حق و صداقت کی زنجیر ان کے پاؤں میں ہمیشہ کے لئے پڑ گئی۔ مسجد نبویؐ کے قریب ایک نخلستان میں جاکر غسل کیا پھر مسجد نبویؐ میں آکر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قدم بوس ہوئے اور کلمۂ شہادت پڑھ کر

مسلمان ہو گئے۔ (بخاری)

۳۹۔ دو بول

ملک شاہ سلجوقی کے دربار میں ایک حسین مغنیہ آئی تو بادشاہ نے اس کے ساتھ خواہش نفس پوری کرنے کا ارادہ کیا۔ اس عورت نے کہا کہ "بادشاہ! کیا آپ کو یہ اچھا معلوم ہوتا ہے کہ مجھ جیسی حسین و خوبصورت اور نازک عورت دوزخ کی آگ میں جلے۔" بادشاہ نے کہا نہیں۔ اس نے کہا "دو (۲) بول ہی ہیں۔ آپ فرمائے کہ "میں تجھے نکاح میں لایا۔ میں کہتی کہ، قبول کی۔" تو نہ آپ دوزخ میں جاتے ہیں اور نہ میں۔" بادشاہ نے پسند کیا اور نکاح کر لیا۔

گناہ سے بچنے کا فائدہ یہ ہوا کہ عام عورت تھی تو بادشاہ کی بیگم بن گئیں۔ اور آخرت میں بھی سرخ رو رہیں۔

ان ناصحانہ واقعات سے مسلمانوں کو سبق حاصل کرنا چاہیئے۔

(پندرہ روزہ "اطلاع" یکم جنوری ۱۹۶۷ء۔ حیدر آباد)

۴۰۔ سب سے برا فعل

بنی اسرائیل کی ایک عورت حضرت موسیٰ علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کرنے لگی کہ "یا نبی اللہ مجھ سے ایک کبیرہ گناہ سرزد ہوا ہے، اور میں نے توبہ بھی کی ہے، آپ میرے لئے مزید مغفرت کی دعا فرمایئے تو اللہ کی ذات سے قوی امید ہے کہ آپ کی دعا کی برکت سے میری توبہ قبول ہو جائے۔"

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا "اے اللہ کی بندی آخر وہ کونسا گناہ ہے جسکی وجہ سے تو اس قدر پریشان ہے؟"

عورت نے جواب دیا کہ "اے اللہ کے نبی! اول تو میں نے حرام کاری کی، پھر اس حرام کاری سے میرے بچہ پیدا ہوا۔ میں نے شرم کی وجہ سے اس بچے کو مار ڈالا۔"

یہ سن کر حضرت موسیٰ علیہ السلام بہت غضبناک ہوئے اور فرمایا، کہ یہاں سے نکل جا، تیری نحوست کی وجہ سے ہم غارت نہ ہوجائیں۔ عورت مایوس ہوکر وہاں سے چلی گئی۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام تشریف فرما ہوئے اور فرمایا کہ اے موسیٰ رب العالمین سوال کرتے ہیں کہ تمھارے نزدیک اس بدکار عورت سے زیادہ بدتر اور اس فعل سے زیادہ برا فعل اور کوئی نہیں؟

موسیٰ نے جواب دیا بھلا اس فعل سے زیادہ برا اور گندہ فعل اور کونسا ہوسکتا ہے؟

ارشاد ہوا کہ اے موسیٰ تمھارا خیال درست نہیں۔" جو شخص جان بوجھ کر نماز ترک کردے وہ اس سے بھی زیادہ منحوس اور گنہگار، اور رحمت خداوندی سے دور ہوگا۔ (زواجر مکی۔ جلد (۱)، ص: ۴۸)

۴۱۔ احسان

ایک خلیفہ کے پاس ایک غلام تھا۔ اس کے غیر معمولی حسن و جمال کی وجہ سے خلیفہ اس کو بہت چاہتا تھا۔ اچانک وہ غلام بیمار ہوگیا اور روز بروز اس کی حالت بگڑتی چلی گئی۔ اطباء نے اس کا ہر ممکن علاج کیا لیکن کوئی فائدہ نہ ہوا۔ آخر کار ایک ماہر تجربہ کار طبیب نے تنہائی میں اس غلام سے بیماری کی وجہ دریافت کی۔ غلام نے کہا۔" میں خلیفہ کے قریب ترین لوگوں میں تھا۔ خلیفہ کے دشمنوں کی ایک جماعت کے فریب میں آکر میں خلیفہ کے کھانے میں زہر ملا دیا اور یہ بات خلیفہ کو معلوم بھی ہوگئی اس نے وہ زہر آلود کھانا نہ کھایا، لیکن اس نے میرے سامنے اس بات کا تذکرہ تک نہ کیا۔ اور میرے حق میں اور زیادہ احسانات کرنے لگا۔ میں جانتا ہوں کہ وہ میری خیانت سے واقف ہے، اسی وجہ سے میں اس کے سامنے شرمندہ ہوں۔ اس غم کی وجہ سے میں روز بروز پگھلتا جارہا ہوں ار خلیفہ روز بروز اپنے انعامات واحسانات میں اضافہ کرتا جارہا ہے۔ (ماہنامہ راہ اسلام نئی دلی۔ شمارہ ۴۸۔)

۴۲۔ توکل

ابو حمزہ خراسانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک روز چلتے چلتے ایک کنوئیں میں گر پڑے۔ تین روز کے بعد خراز کے سیاحوں کا ایک گروہ بھی وہاں اترا۔ میں نے اپنے دل میں خیال کیا کہ ان کو آواز دوں کہ مجھے باہر نکالو۔ مگر ساتھ ہی خیال آیا کہ غیر سے مدد مانگنی اچھی نہیں اور یہ شکایت ہوگی کہ اگر میں انہیں کہوں کہ میرے خدا نے مجھے کنوئیں میں ڈال دیا ہے اب تم لوگ مجھے نکالو۔ اتنے میں وہ لوگ خود بخود آنکلے۔ انھوں نے دیکھا کہ راستے میں کنواں ہے جس پر آنے والے اور اس کے درمیان نہ تو کوئی روک ہے اور نہ کوئی پردہ، شاید جاننے والا یا نہ جاننے والا اس میں گر پڑے۔ آؤ تاکہ ہم ثواب کی رو سے اس کنوئیں کو اوپر سے ڈھانک دیں تاکہ کوئی شخص اس میں گر نہ پڑے۔

یہ بات ان کی سنتے ہی میرا جی گھبراہٹ میں آیا اور اپنی جان سے ناامید ہوا۔ جب ان لوگوں نے کنوئیں پر چھت ڈالدی اور واپس ہوئے میں نے حق جل وعلا کی مناجات شروع کر دی اور دل مرنے پر رکھا اور تمام مخلوق سے میں ناامید ہوا۔ جب رات کا وقت ہوا تو کنوئیں کی چھت جنبش میں آئی، میں نے اچھی طرح دیکھا کہ دیکھوں چھت کو کون حرکت دے رہا ہے اور کس نے چھت کو کھولا ہے۔

ایک بہت بڑے جانور کو میں نے دیکھا جس کی ہیئت اژدھے کے مشابہ تھی وہ نیچے اتر رہا ہے۔ میں نے اسی وقت معلوم کر لیا کہ میری نجات اسی کی بدولت ہوگی اور اسے خدا نے بھیجا ہے میں نے اس کی دم کو مضبوط پکڑ لیا اور اس نے مجھے کھینچ کر باہر نکالدیا۔ غیب سے آواز آئی کہ اے ابو حمزہ تیری نجات بہت اچھی ہے کہ ایک مارنے والی چیز کو تیری خلاصی کا سبب بنایا۔ (کشف المحجوب۔ ص:۱۸۶-۱۸۵)

------------===

۴۳۔ حقیقی لگاؤ

آدمی کو مال سے جو محبت ہے اس کا فطری تقاضا یہ ہے کہ وہ جس جگہ اپنا مال رکھتا ہے یا جس کام میں اپنا سرمایہ لگاتا ہے اسی جگہ اس کا دل اٹکا رہتا ہے۔ اگر مال کسی مخفی جگہ دفن کرتا ہے تو اس کا دل اسی گوشہ میں گردش کرتا ہے۔ اگر بینک میں ہے تو اس بینک کے ساتھ اس کا دل بندھ جاتا ہے۔ الغرض جہاں اپنا مال ہوتا ہے وہاں اپنا دل بھی رہتا ہے۔ اس سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ جو شخص اپنا مال خدا کے راستے میں خرچ کرے گا اس کا دل بھی خدا کے ساتھ رہے گا۔ کیوں کہ مال خدا ہی کے پاس ہے۔

حضرت مسیح کا ارشاد ہے:

"کہ تو اپنا مال خداوند کے پاس رکھ۔ کیوں کہ جہاں تیرا مال رہے گا وہیں تیرا دل بھی رہے گا۔" (ماہنامہ الفرقان)

۴۴۔ آپ کون ہیں؟

ایک دن حضرت خضر علیہ السلام بنی اسرائیل کے بازار میں جا رہے تھے۔ جو ایک مکاتب غلام نے آپ کو دیکھا، اور کہا اللہ تعالیٰ آپ کو برکت دے، مجھے کچھ صدقہ دیجئے۔ حضرت خضرؑ نے جواب دیا کہ "میرا اللہ پر ایمان ہے، اللہ جو چاہتا ہے ہوتا ہے۔ "افسوس میرے پاس کچھ نہیں جو میں تجھے دوں۔ مسکین نے کہا! میں اللہ کے نام پر سوال کرتا ہوں آپ ضرور مجھے کچھ نہ کچھ دیجئے۔ میں دیکھ رہا ہوں کہ آپ کا چہرہ خیر و برکت والا ہے، اسی لئے میں آپ سے نیک امید رکھتا ہوں۔ حضرت خضر علیہ السلام نے فرمایا۔ میں اللہ پر ایمان رکھتا ہوں۔ افسوس میرے پاس کچھ نہیں جو تجھے دوں، ہاں یہ ہو سکتا ہے کہ تو مجھے لے جائے اور بیچ آئے۔ اس مسکین نے کہا کیا آپ اس کے لئے تیار ہیں؟ آپ نے فرمایا ہاں اس لئے کہ تو نے اللہ کے نام پر مانگا ہے۔

اس کا نام بڑی عزت والا ہے۔ چنانچہ وہ آپ کو بازار میں لے گیا اور چار سو درہم پر بیچ ڈالا۔ آپ جس کے ہاتھ بکے تھے اس کے ہاں خاصی مدت رہے لیکن وہ آپ سے کوئی کام نہیں کراتا تھا۔ ایک روز آپ نے اس سے فرمایا، آپ نے مجھے خریدا ہے پھر مجھ سے کوئی خدمت کیوں نہیں لیتے؟

اس نے جواب دیا کہ آپ بوڑھے بڑے کمزور آدمی ہیں، آپ کو کیا تکلیف دوں؟ آپ نے فرمایا نہیں مجھے کام میں تکلیف نہ ہوگی۔ تو اس نے کہا یہ پتھروں کا ڈھیر ہے اسے یہاں سے ہٹا کر وہاں رکھ دو۔ یہ اتنے پتھر تھے کہ کم سے کم چھ آدمی سارے دن میں بمشکل اٹھاتے۔ یہ تو انھیں کام بتا کر باہر گئے، ذرا سی دیر میں جو واپس آتے ہیں تو دیکھتے ہیں کہ سب پتھر اپنی جگہ پہنچ چکے ہیں، خوش ہو کر کہنے لگے آپ نے تو بڑا بھاری کام کیا۔ آپ تو بہت طاقتور ہیں۔

کچھ دنوں بعد انھیں ایک سفر در پیش آیا تو حضرت خضر علیہ السلام سے کہا میں چاہتا ہوں کہ آپ امانتدار آدمی ہیں، میری خواہش ہے کہ میرے کاروبار، کام کاج اور بیوی بچوں کی حفاظت میرے بعد آپ کریں، آپ نے فرمایا، بہت بہتر، لیکن کوئی اور کام بھی مجھے بتلاتے جائیے۔ کہا وہ مشکل کام ہے۔ فرمایا کچھ مشکل نہیں جو کام ہو ارشاد فرمائیے۔ اس نے کہا اچھا یہ بالاخانہ بنا دیجئیے۔ وہ تو سفر میں گئے۔

آپ نے کام شروع کر دیا، جب وہ واپس آئے تو دیکھا کہ مکان نہایت خوبصورت مضبوط تیار ہے، تب تو انھیں سخت حیرت ہوئی، اور کہا میں خدا کے نام آپ سے سوال کرتا ہوں کہ آپ مجھے سچ سچ بتا دیجئے کہ آپ کون ہیں اور یہاں اس صورت میں کیسے ہیں؟

آپ نے فرمایا آہ تم نے اللہ کا واسطہ دیا اور اسی سے میں اس حالت میں ہوں۔ اچھا سن لو۔ خضرؑ کا نام آپ نے سنا ہوگا۔ میں وہی خضرؑ ہوں۔ مجھ سے ایک مسکین نے نام خدا کچھ مانگا۔ میرے پاس کچھ نہ تھا میں نے اپنی گردن کا مالک اسے کر دیا۔ اس نے مجھے بیچ دیا۔ سنو جس شخص سے نام خدا پر مانگا جائے اور وہ باوجود قدرت کے نہ دے،

قیامت کے دن وہ محض کھال ہی کھال رہ جائے گا۔ جس میں نہ ہڈی ہو نہ گوشت وہ ہواؤں سے ہلتا رہے گا۔

اس شخص نے کہا میرا لمان اللہ پر ہے، افسوس مجھے علم نہ تھا اور میں نے آپ کو تکلیف پہنچائی۔ آپ نے فرمایا کوئی بات نہیں تم نے بہت اچھا کیا۔ اس نے کہا اچھا اب آپ کو میرے اہل وعیال کا اختیار ہے اور خود اپنا بھی، آپ نے فرمایا تمھارا مال تمھیں مبارک ہو مجھے اس کی ضرورت نہیں، ہاں اگر آپ مجھے آزاد کریں میں اللہ تعالیٰ کی عبادت کے لئے خالی ہو جاؤں۔ اس نے کہا مجھے یہ بخوشی منظور ہے۔ آپ نے فرمایا الحمدللہ اللہ تعالیٰ نے مجھے غلامی میں ڈال کر پھر اس سے آزادی بخشی۔

(رواہ الطبرانی فی الکبیر)

۴۵۔ محنت کی کمائی

ایک مرتبہ حضرت نظام الدین اولیاء بی بی فاطمہؒ سام کی کی مزار پر زیارت کے لئے گئے۔ اتنے میں ایک شخص کندھے پر لکڑیوں کی ٹوکری اٹھائے آیا اور ٹوکری کو حوض کے کنارے رکھ کر بڑے اہتمام سے وضو کیا اور نہایت خشو و خضوع سے نماز پڑھی۔ نماز کے بعد لکڑیوں کو درود شریف پڑھ کر پانی سے اچھی طرح صاف کیا۔ جب وہ لکڑیوں کو اٹھا کر جانے لگا تو میں نے اسے ایک اشرفی دینی چاہی تو وہ لینے سے انکار کر دیا۔ میں نے کہا میاں اگر تم ان لکڑیوں کو بیچ دوگے بھی تو مشکل سے تمھیں دو چار روپے ملتے ہیں اگر اللہ نے میرے ذریعہ آپ کو اشرفی بھجوائی ہو تو لینے سے کیوں انکار کرتے ہو۔

لکڑیوں کی ٹوکری اتار کر اس نے آپ سے کہا بیٹھو اور کہا: حضور میرے والد بھی یہی کام کیا کرتے تھے۔ ان کے انتقال کے وقت میں بہت چھوٹا تھا۔ میرے والد کے بعد میری ماں نے بڑی مشکل سے میری پرورش کی جب ان کے بھی مرنے کا وقت قریب آیا تو انھوں نے مجھے کچھ رقم دی اور کہا، اس میں سے بیس (۲۰) روپے تمھارے

لئے ہیں ، باقی رقم کفن دفن کے لئے اور کہا تمھارے والد کی عمر بھر کی کمائی ہے ۔ بیس (۲۰) روپیوں سے تم سبزی ، لکڑیاں خرید کے فروخت کرنا ، ہمیشہ سچ بولنا اور محنت کی کمائی کے سوا کسی اور طریقے سے ایک دھیلہ نہ لینا ۔ بتایئے بھلا میں اپنی والدہ کی نصیحت کے خلاف بغیر محنت کے معاوضہ میں اشرفی کیسے لیتا ۔

جو لوگ محنت کی کمائی کا نہیں کھاتے ان میں غیرت نہیں ہوتی وہ پیشہ ور بھکاری ہوتے ہیں ۔ محنت کی کمائی کا رزق پسندیدہ اور پاک ہوتا ہے ۔

۴۶ ۔ ایک صابرہ عورت

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا : بنی اسرائیل میں ایک عورت تھی ۔ جس کا شوہر زندہ تھا ۔ اور اس شوہر سے اس عورت کے دو لڑکے تھے ۔ ایک مرتبہ اس کے شوہر نے کچھ لوگوں کی دعوت کا انتظام کیا ۔ اور اپنی بیوی سے کھانا تیار کرنے کے لئے کہا ۔۔ بیوی کھانا تیار کرنے میں لگ گئی ۔

چنانچہ مہمان آئے اور کھانے کے انتظار میں بیٹھ گئے ۔ ٹھیک اسی وقت جب کہ اس کا شوہر مہمانوں کی خاطر تواضع میں مصروف تھا ، اس کے دونوں بچے کھیلتے کھیلتے کنوئیں میں گر پڑے اور مر گئے ۔ اس عورت نے دونوں بچوں کی لاشوں کو نکال کر کمرے میں لے جا کر کپڑے میں لپیٹ کر رکھ دیا ۔ اس عورت کو اچھا معلوم نہیں ہوا کہ وہ شوہر کو اس حادثہ کی اطلاع اس وقت دے ۔ اور اس کے مزے کو خراب کر دے ۔

جب سارے مہمان رخصت ہو گئے تو اس کے شوہر نے پوچھا کہ میرے بیٹے کہاں ہیں ۔۔۔؟ اس عورت نے جواب دیا کہ بغل والے کمرے میں ہیں ۔ اس وقت عورت نے شوہر سے دلداری اور لگاوٹ کی باتیں کیں ۔ وہ نہیں چاہتی تھی کہ اس زبردست حادثہ کی اطلاع اچانک اپنے شوہر کو دے کر اس کے دل کو صدمہ پہنچائے ۔ چنانچہ وہ شخص بیوی کے پاس لیٹ گیا ۔ آرام و استراحت کے بعد اس نے پھر اپنے بچوں

کے بارے پوچھا۔ بیوی نے جواب دیا کہ وہ کمرے میں ہیں۔ باپ نے دونوں بچوں کو پکارا تو اچانک وہ دونوں بچے زندہ ہو کر بھاگتے ہوئے باپ کے پاس آگئے۔ اللہ تعالیٰ کی قدرت کا کرشمہ دیکھ کر وہ عورت اک دم پکار اٹھی۔ سبحان اللہ! خدا کی قسم یہ دونوں مر چکے تھے۔ مگر حق تعالیٰ شانہٗ نے میرے صبر کے بدلے میں ان کو دوبارہ زندہ فرما دیا۔ (ماہنامہ "خاتون مشرق"۔ دہلی بحوالہ ترمذی شریف۔ جلد ۵۲، اگست ۱۹۸۶ء، شمارہ ۸، ص: ۸)

۴۷۔ سنجیدہ جواب

ایک دن کریم خاں زند عدالت گاہ میں بیٹھا ہوا لوگوں کی شکایت سن رہا تھا اور ظالموں کے مظالم کی روک تھام کے لئے لازمی احکام بھی جاری کر رہا تھا۔ تمام دن مقدموں کی سماعت کے بعد وہ اپنے محل کی طرف واپس جانا چاہتا تھا کہ اچانک اسے ایک آدمی کی فریاد سنائی دی۔ یہ فریادی انصاف کا طالب تھا۔ کریم خاں نے اس سے پوچھا۔ "تو کون ہے؟" اس نے کہا میں ایک تاجر ہوں۔ چور میرا سارا مال چرا لے گئے۔ کریم خاں نے پوچھا۔ "جب وہ لوگ تیرا مال چرا رہے تھے اس وقت تو کیا کر رہا تھا۔" تاجر نے جواب دیا۔ "اس وقت میں سو رہا تھا۔"

کریم خاں نے پوچھا "کیوں سو رہا تھا؟"

تاجر نے جواب دیا۔ "میں نے سوچا کہ تو جاگ رہا ہے۔"

کریم خاں کو تاجر کا یہ جواب اچھا لگا۔ اس نے وزیر کو مخاطب کرتے ہوئے کہا اس تاجر کے مال کی قیمت ادا کر دو۔ چور سے مال برآمد کرنا ہماری ذمہ داری ہے۔

(تاریخی حکایات)

۴۸۔ ایک عجیب واقعہ

سیدنا عبداللہ بن عباسؓ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ ایک بادشاہ محل سے سلطنت

کی دیکھ بھال کے لئے نکلا۔" لیکن وہ رعایا سے خطرہ محسوس کر رہا تھا۔ چنانچہ وہ ایک ایسے آدمی کے پاس مقیم ہوا جس کے پاس ایک گائے تھی۔ جب گائے شام کو واپس آئی تو اس آدمی نے گائے سے اتنا دودھ دوہا جتنا کہ تیس گائیوں سے نکلتا ہے۔ بادشاہ اتنا دودھ دینے والی گائے کو دیکھ کر حیران ہو گیا اور اس نے یہ سوچا کہ یہ گائے تو اس سے ہتھیا لینی چاہیئے۔ جب دوسرا دن ہوا تو گائے چراگاہ کی طرف چرنے چلی گئی۔ پھر جب شام کو واپس آئی تو اس دن پہلے کے مقابلے میں نصف دودھ نکلا۔ یہ معاملہ دیکھ کر بادشاہ نے گائے والے کو بلایا اور یہ کہا کہ تم مجھے یہ بتاؤ کہ کل تو گائے نے کافی دودھ دیا تھا تو آج کیوں کم ہو گیا۔ کیا گائے آج اسی چراگاہ پر نہیں گئی جس پر کل گئی تھی آخر کیا بات ہے؟ تو اس نے جواب دیا کیوں نہیں؟ اسی چراگاہ میں گئی تھی۔ لیکن آج ایسا ہوا کہ کل کی حالت دیکھ کر بادشاہ اپنی رعایا کے ساتھ غلط سلوک کرنے کا عزم کر چکا تھا۔ چنانچہ اسی وجہ سے اس کا دودھ آج کم نکلا۔ اس لئے کہ جب بادشاہ ظالم ہو یا رعایا کے ساتھ ظلم کر رہا ہو تو برکت ختم ہو جاتی ہے۔

یہ حیرت انگیز واقعہ دیکھ کر بادشاہ نے اس گائے والے سے یہ عہد کیا کہ وہ اب گائے اس سے ظلم کے طور پر نہیں لے گا۔ چنانچہ وہ پھر دوسرے دن یہ ہوا کہ گائے چرنے کے لئے چلی گئی۔ شام کو جب واپس آئی تو دوہنے والے نے اتنا ہی دودھ دوہا جتنا کہ پہلے دن گائے سے دودھ نکلا تھا۔ یہ حالت دیکھ کر بادشاہ کو عبرت ہوئی اور انصاف برتنا شروع کر دیا۔ اور یہ کہا کہ واقعی جب بادشاہ ظلم کر رہا ہو یا رعایا ظالم ہو تو برکت جاتی رہتی ہے۔ اب میں ضرور انصاف کیا کروں گا اور اب سے اچھے حالات پر ہی غور و خوض کیا کروں گا۔

(حیاۃ الحیوان اردو۔ جلد اول۔ بحوالہ، رواہ حافظ البیہقی فی الشعب)

۴۹۔ سونے کا چراغ

محمود غزنوی ایک بہت مشہور بادشاہ گزرا ہے۔ ایک رات وہ اپنے خادم کے

ہمراہ شہر کے حالات معلوم کرنے کے لئے نکلا۔ خادم سونے کا چراغ لئے آگے آگے چل رہا تھا۔ راستے میں سلطان کو ایک ایسا بچہ نظر آیا جو مدرسے کے صحن میں بیٹھا ہوا اپنا سبق یاد کر رہا تھا۔ اس طالب علم کا چراغ تیل نہ ہونے کی وجہ سے بجھ چکا تھا۔ جب وہ یاد کرتے کرتے کچھ بھول جاتا تھا تو بازو بنیئے کی دکان میں لگے چراغ کی روشنی میں اپنی کتاب کھول کر دیکھتا اور پھر مدرسے میں جاکر اپنا سبق یاد کرتا۔ سلطان محمود غزنوی کو اس غریب طالب علم پر بڑا ترس آیا۔ اس نے اپنی زندگی میں پہلی بار علم کے لئے ایسی تڑپ دیکھی۔ محمود غزنوی نے خادم کے ہاتھ سے سونے کا شمعدان لے کر طالب علم کے آگے رکھ دیا اور کچھ کہے بغیر واپس ہو گیا۔

اس رات کو اس نے خواب میں پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا۔ آپ فرما رہے تھے۔ اے سبکتگین کے بیٹے محمود۔ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن تجھے ویسی ہی عزت دے گا جیسی تو نے ایک طالب علم کی قدر کی ہے۔

(بسماط ذکر و فکر۔ آرمور۔ جلد ۴۵، شمارہ ۸۵ تا ۱۰۔ صفحہ

۵۰۔ حقیقی عمر

جب سکندر مختلف ملکوں کو فتح کرتے ہوئے آگے بڑھ رہا تھا تو مراکش کے قریب وہ ایک ایسے شہر میں داخل ہوا جہاں کی آب و ہوا انتہائی پسندیدہ و عدیم المثال تھی۔ اس نے حکم دیا کہ اسی علاقے میں پڑاؤ ڈال دیا جائے۔ اچانک وہ قریب ہی میں واقع قبرستان میں داخل ہوا تو کیا دیکھتا ہے کہ ایک قبر پر لکھا ہوا ہے کہ مرنے والے کی عمر ایک سال تھی۔ اسی طرح دوسری قبروں پر بھی مرنے والوں کی عمر تین سال، پانچ سال اور سات کندہ تھی۔

مختصر یہ کہ پورے قبرستان میں اس کو ایسی کوئی قبر نہ ملی جس پر مرنے والے کی عمر بیس سال سے زیادہ لکھی ہوئی ہو۔ وہ حیران رہ گیا کہ اتنی اچھی آب و ہوا کے باوجود یہاں کے لوگوں کی عمر اتنی کم ہے۔ اس نے اپنے سپاہیوں کو حکم دیا کہ شہر کے

نمایاں لوگوں کو بلائیں۔جب شہر کے نمایاں لوگوں کو اس کے سامنے پیش کیا گیا تو سب لوگ بوڑھے اور سن رسیدہ دکھائی پڑے۔اس نے ان لوگوں سے قبروں پر کندہ کم عمر کے بارے میں دریافت کیا۔

ان لوگوں نے بتایا کہ "ہماری طرح مرنے والوں کی عمر بھی بہت لمبی تھی، لیکن ہم لوگوں کا طریقہ یہ ہے کہ ہم اپنی زندگی کا جو حصہ علم حاصل کرنے اور نفس کی تکمیل کرنے میں بسر کرتے ہیں اس کو ہم اپنی حقیقی عمر سمجھتے ہیں اور باقی حصے کو باطل و بیہودہ خیال کرتے ہیں۔پس جب ہمارا کوئی آدمی مرتا ہے تو قبر پر اس کی وہی عمر کندہ کی جاتی ہے جو علم و دانش کی راہ میں بسر ہوتی ہے۔

سکندر کو ان لوگوں کا یہ جواب بہت پسند آیا اور وہ بڑی دیر تک ان لوگوں کی تعریف کرتا رہا۔ (ماہنامہ "راہ اسلام"۔جولائی ۱۹۹۰ء)

ایثار

دس درویش ایک جنگل میں فروکش ہوئے اور آبادی کا راستہ بھول گئے اور پیاس نے انھیں قابو کر لیا اور ان کے پاس ایک پیالہ پانی تھا۔ایک دوسرے پر ایثار کرتے تھے۔بالآخر کسی نے بھی نہ پیا اور وہ سب بجز ایک شخص کے دنیا سے رخصت ہوئے۔اس شخص نے کہا کہ جب میں نے دیکھا یہ سب رخصت ہو چکے ہیں تو میں نے وہ پیالی پانی کی پی لی۔اور اس کی طاقت سے میں نے راستہ ٹھیک کر لیا اور راہ پر آگیا۔

ایک نے اس درویش کو کہا اگر تو نہ پیتا تو تیرے لئے بہتر تھا۔اس نے کہا کہ اگر میں اس کو نہ پیتا تو شریعت کی رو سے اپنے نفس کا قاتل ہوتا۔ہم نے اس کو کہا کہ پھر وہ سب درویش اس حساب سے اپنے نفس کے ہلاک کنندہ ہوئے۔درویش نے کہا کہ ایسا نہیں۔اس لئے کہ ان میں سے ایک نہ پیتا تو دوسرا پیتا۔جب ایک دوسرے کی موافقت میں رخصت ہو گئے میں باقی رہا۔میں نے بحکم شریعت اس کا پی لینا اپنے اوپر واجب سمجھا۔لہذا میں نے پی لیا۔ (کشف المحجوب۔ص ۲۳۷)

سبق آموز واقعہ

علامہ دمیریؒ علماء سو کے بارے میں احیاء سے ایک روایت نقل کرتے ہیں:

ایک شخص حضرت موسیٰؑ کی خدمت کیا کرتا تھا اور ہر وقت آپ کی خدمت میں رہا کرتا تھا۔ کچھ دن بعد اس نے لوگوں کے سامنے یہ کہنا شروع کیا کہ " حدثنی موسیٰ صفی اللہ " مجھ سے موسیٰؑ نے یہ بیان کیا۔ " حدثنی موسیٰ کلیم اللہ " مجھ سے موسیٰ کلیم اللہ نے یہ بیان کیا۔ اور اس کا لوگوں کے سامنے طرح طرح سے حضرت موسیٰؑ کے حوالے سے بیان کرنے کا مقصد لوگوں کی توجہ اپنی طرف مبذول کرانا تھا۔ تاکہ لوگ اس کی طرف متوجہ ہو جائیں اور اس کو تحائف اور نذرانے دینے لگیں جس سے کہ وہ مالدار ہو جائے۔

چنانچہ اس طریقے سے اس نے کافی مال جمع کر لیا اور خوب دولتمند ہو گیا۔ مگر پھر اچانک وہ غائب ہو گیا۔ اور حضرت موسیٰؑ کی خدمت میں بھی نہ آیا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس کے بارے میں کافی تفتیش کی، مگر اس کا کچھ پتا نہ چلا۔ کچھ دن کے بعد ایک شخص آپ کے پاس آیا جس کے ہاتھ میں ایک سیاہ رسی میں بندھا ہوا خنزیر تھا۔ اس شخص نے حضرت موسیٰؑ سے آکر عرض کیا کہ کیا آپ فلاں شخص کو جانتے ہیں؟ آپ نے جواب میں فرمایا کہ ہاں جانتا ہوں، مگر کافی دنوں سے وہ مجھ کو نہیں ملا، حالانکہ میں نے اس کی بہت تفتیش کرائی۔

یہ جواب سن کر اس شخص نے کہا یہ میرے ہاتھ میں جو کالی سی رسی سے بندھا ہوا خنزیر ہے، یہ وہی شخص ہے، جس کی آپ کو تلاش ہے۔ یہ سن کر آپ نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ اے اللہ اس کو پہلی حالت پر لوٹا دے تاکہ میں اس سے دریافت کروں کہ یہ آدمی کس وجہ سے خنزیر بن گیا۔ اللہ تعالیٰ نے بذریعہ وحی حضرت موسیٰؑ کو اطلاع دی کہ یہ دعا تو میں آپ کی قبول نہیں کروں گا۔ البتہ اتنا آپ کو بتلا دیتا ہوں کہ ہم نے اس کو اس وجہ سے خنزیر کی صورت میں مسخ کر دیا، کیونکہ دین کے ذریعے سے دنیا کا طالب تھا۔ (حیاۃ الحیوان۔ جلد ۲/ ص ۹۸۔ ۲۹۷۔ بحوالہ۔ علامہ دمیریؒ)

قناعت پسندی

جب بادشاہ مقدونی سکندر کو لشکر یونان کا سپہ سالار منتخب کیا گیا کہ وہ ایران پر حملہ کرے تو مبارکباد دینے کے لئے تمام لوگ جوق در جوق اس کے پاس آنے لگے۔ لیکن مشہور یونانی فلسفی و دانشور دیو گنس (دیوژن) جو اس وقت کو رونیت میں زندگی بسر کر رہا تھا، اس کی طرف کوئی توجہ نہ کی۔ سکندر خود ہی اس سے ملنے کے لئے گیا۔ دیوژن یونان کے آزاد قناعت پسند، غیر لالچی اور بے نیاز دانشوروں میں سے تھا۔ سکندر نے اس کے گھر پر پہنچ کر کیا دیکھا کہ وہ دھوپ میں لیٹا ہوا آرام کر رہا ہے۔ دیوژن کو یہ محسوس ہوا کہ کچھ لوگ اس کی طرف چلے آرہے ہیں۔ نیم دراز عالم میں اس نے دیکھا کہ سکندر بڑی شان و شوکت کے ساتھ اس کی طرف چلا آرہا ہے۔ دیوژن پر اس کا کوئی اثر نہ ہوا۔ سکندر اور عام آدمی کے درمیان اسے کوئی فرق محسوس نہ ہوا۔ چنانچہ اس نے اپنی قناعت پسندی اور بے نیازی کا رویہ برقرار رکھا۔

سکندر نے دیوژن کو سلام کرتے ہوئے کہا، "اگر میرے لائق کوئی خدمت ہو تو بیان کیجئے۔"

دیوژن نے کہا، "میرا صرف ایک مطالبہ ہے اور اس کے علاوہ میں تجھ سے کچھ نہیں چاہتا۔ میں اس وقت دھوپ کی گرمی سے فائدہ حاصل کر رہا تھا کہ تو سامنے آکر کھڑا ہو گیا۔ ذرا ایک طرف ہٹ کر کھڑا ہو جاتا کہ میرے کام میں خلل نہ پڑے۔"
سکندر کے ساتھیوں کو دیوژن کی یہ بات انتہائی حقیر اور ابلہانہ معلوم ہوئی۔ ان لوگوں نے آپس میں ایک دوسرے سے کانا پھوسی کرتے ہوئے کہا۔

"عجیب بیوقوف آدمی ہے! اس موقع سے فائدہ نہیں اٹھاتا ہے۔"

لیکن دیوژن کی قناعت پسندی اور بے نیازی کے سامنے سکندر کو اپنی شخصیت حقیر نظر آنے لگی۔ وہ گہرے خیالات میں ڈوب گیا۔

واپسی کے وقت سکندر نے اپنے ساتھی فلسفی حضرات کو مخاطب کرتے ہوئے کہا:
"درحقیقت اگر میں سکندر نہ ہوتا تو میرا دل چاہتا ہے کہ میں دیوژن ہو جاؤں۔"

(راہ اسلام۔ شمارہ نمبر ۲۳)

مصنف کی دیگر تصانیف

شمار	نام کتاب	قیمت
۱	نایاب جواہر	20 - 00
۲	چند باتیں (ایوارڈ یافتہ	15 - 00
۳	مشعل راہ	08 - 00
۴	حفیظ القواعد	20 - 00
۵	نقوش راہ	15 - 00
۶	غیبت	05 - 00
۷	روشنی کے مینار	08 - 00
۸	در بے بہار	08 - 00
۹	نوری چہل احادیث	02 - 50
۱۰	شعاع نور	10 - 00
۱۱	لمعات لمانی	10 - 00
۱۲	مختصر تاریخ عالم اسلام	12 - 00
۱۳	انسانیت کے چراغ	10 - 00
۱۴	فردوس نظر	08 - 00
۱۵	پہلی منزل	08 - 00
۱۶	توشۂ آخرت	25 - 00
۱۷	[illegible] حقوق	15 - 00
۱۸	اعتراف حق	زیر طبع

تلگوایڈیشن

شمار	عنوان	قیمت
۱	کانتی کرانالو	15 - 00
۲	کانتی سکھرالو	08 - 00
۳	مانواتادیپمو	08 - 00
۴	آسان نماز	06 - 00
۵	کفن ودفن کاطریقہ	03 - 00
۶	ودیاجیوتی	01 - 50
۷	نیتی ویلوگولو	10 - 00
۸	چہل احادیث ومسنون دعائیں	03 - 00